Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

1025

ملک کی زبان اور فاضل مسلمان

1025

उर्दू संग्रह

पुस्तक का नाम मुल्क की ज़बान और फ़ाज़िल मुसलमान

लेखक नासिरुद्दीन पुरी

प्रकाशन वर्ष 1940

आगत संख्या 1025

کئی دوسرے ساکھی بات — بولے کھول مبارک ذات
میاں مصطفےٰ میں بھی کہی — اور کسی کی پھر کیا رہی"
(تاریخ غریبی ۱۱۶۲ھ)

مرتب:- شاہ صاحب ناصرالدین پوری

ناشر:- کاشی ناگری پرچارنی سبھا بنارس

مطبوعہ سلیمانی پریس وچھووری پارک بنارس

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

زبان کے مسئلہ پر چند محققانہ کتابیں

۱-	भाषा का प्रश्न	(بھاشا کا پرشن) - ۱۲ر
۲-	कचहरी की भाषा और लिपि	(کچہری کی بھاشا اور لپی) - ۱۲ر
۳-	बिहार में हिन्दुस्तानी	(بہار میں ہندوستانی) - ۴ر
۴-	उर्दू का रहस्य	(اردو کا رہسیہ) - ۱۲ر
۵-	मुगल बादशाहों की हिंदी	(مُغل بادشاہوں کی ہندی) -
۶-	हिंदी बनाम उर्दू	(ہندی بنام اردو) - مُفت
۷-	हिंदुस्तानी का उद्गम	(ہندوستانی کا اُدگم) - ۱ر
۸-	उर्दू का उद्गम	(اردو کا اُدگم) - ۲ر

یہ کتابیں کسی بھی مشہور کتب فروش کے یہاں سے بھی مل سکتی ہیں۔

ناشر

کاشی ناگری پرچارنی سبھا (بنارس)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

1025

ملک کی زبان اور فاضل مسلمان

"ہندی زبان ممالک متحدہ اودھ اور روہیلکھنڈ اور صوبۂ بہار اور صوبۂ سی۔پی اور ہندوؤں کی اکثر دیسی ریاستوں میں مروج ہے۔ گویا بنگالی اور برمی اور گجراتی اور مرہٹی وغیرہ سب ہندوستانی زبانوں سے زیادہ رواج ہندی یعنی ناگری زبان کا ہے۔ کروڑوں ہندو عورت مرد اب بھی یہی زبان پڑھتے ہیں اور یہی زبان لکھتے ہیں۔ یہاں تک کہ تقریباً ایک کرور مسلمان بھی جو صوبۂ یو۔پی اور صوبۂ سی۔پی اور صوبۂ بہار کے دیہات میں رہتے ہیں یا ہندوؤں کی ریاستوں میں بطور رعایا کے آباد ہیں... ہندی کے سوا اور کوئی زبان نہیں جانتے"

خواجہ حسن نظامی دہلوی

(از قرآن مجید ہندی۔ دیباچہ سنہ ۱۹۲۹ء)

مرتب:۔ شاہ صاحب ناصر الدین پوری

ناشر:۔ ناگری پرچارنی سبھا (بنارس)

سنہ ۱۹۴۰ء قیمت ۶ آنہ

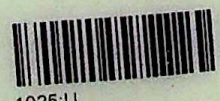

1025;U

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

❀ ओ३म् ❀

पुस्तक-संख्या ११३२२

पजिका-संख्या १६८६८

पुस्तक पर सर्व प्रकार की निशानियां लगाना वर्जित है। कोई महाशय १५ दिन से अधिक देर तक पुस्तक अपने पास नहीं रख सकते। अधिक देर तक रखने के लिये पुनः आज्ञा प्राप्त करनी चाहिये।

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

1025

1025;U

گزارش

"اثر کرے نہ کرے، سن تو لے مری فریاد
نہیں ہے داد کا طالب یہ بندۂ آزاد"

صاحبو! فقیر کے نزدیک یہ امر چنداں لحاظ کے قابل نہیں ہے کہ آپ ہندی کے علم بردار ہیں یا اردو کے جاں فشاں۔ حقیقت یہ ہے کہ "غالب کے خیالات سے یہ غلط فہمی نہیں ہونی چاہئے کہ غالب کی جماعت ہندوؤں کی ہندو ہونے کی وجہ سے تحقیر کرتی تھی بلکہ اس رویے کی پشت پر "ہندی اور [illegible]نی" نزاد، مخاصمت اور رقابت کارفرما تھی۔ اور اس معاملے میں ایرانی نژاد حضرات ہندوؤں اور ہندوستانی مسلمانوں کو ایک نگاہ سے دیکھتے تھے۔

"امیر خسرو کے زمانے سے ہمیں اس رقابت کا پتہ چلتا ہے لیکن مغلوں کے زمانے میں، جب ایران کے شعرا اور فضلا بکثرت ہندوستان میں وارد ہوتے ہیں تو یہ جذبات تلخ تر شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ عرفی اور فیضی کی مخاصمت۔ سعدی اور فیضی کے متعلق "آسمانی داد" کا لطیفہ اور اس قسم کے دوسرے واقعات اس نزاع کے مختلف ثبوت ہیں۔

"جہانگیر کے عہد میں ملا شیدا ہندی ایک بزرگ گزرے ہیں۔ انہیں تذکرہ نگاروں نے نہایت ہی مکروہ اور نازیبا القاب کے ساتھ یاد کیا ہے۔۔۔

"شیخ علی حزیں ہندوستان میں وارد ہوئے۔ لوگ بہت عزت سے پیش آئے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

لیکن انھوں نے بھی ہندوستانیوں کی تحقیر و تنقیص میں کسر اٹھا نہ رکھی.....

"اس نزاع کی تفصیل بیان کرنے سے ہم یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ غالب اور اُنکے ہمخیال، اس بارے میں کسی مذہبی اختلاف کی بنا پر نہیں۔ بلکہ ملکی اور وطنی عصبیت کی بنا پر ہندوؤں کو وہ درجہ دینے سے انکار کرتے تھے۔ جسکے وہ بہمہ وجوہ مستحق نہ تھے"

(اورینٹل کالج میگزین لاہور، مئی ۱۹۳۱ء، صفحہ ۳۹-۴۰)

پس کوئی سبب نہیں کہ ہم آج "ہندی اور ایرانی نزاع" کو کسی فریب میں مبتلا ہو یا کسی وہم میں پڑ کر ہندو مسلم سوال بنالیں اور تعصب کی وجہ سے ہندی اور اردو کے قضیہ کو مذہبی رنگ دے دیں۔ ہمارا قومی، ملکی اور وطنی فرض تو یہ ہے کہ ہم اپنے علم ادب کو ہر طرح سے ملکی اور وطنی بنانے کی کوشش کریں اور وہ قدم اوٹھائیں کہ جس سے اس بدنصیب ملک کا بھاگ جگے اور ہم ہندی ہندو اور مسلمان زبان اور علم ادب کے لحاظ سے بالکل ایک قالب میں نظر آئیں۔ اسکے لئے یہاں چند فاضل مسلمانوں کے خیالات پیش کر دئے گئے ہیں۔ ان کو غور کی آنکھ سے دیکھنے سے صاف عیاں ہو جائیگا کہ درحقیقت ہمارے ملک کی ملکی زبان کیا ہے اور کیوں آج ایک ہی زبان کے لئے "ہندی اور ایرانی نزاع" کے باعث دو مختلف اکھاڑے بن رہے ہیں۔ ابھی موقع ہے۔ اگر ہم عین وقت پر چیت گئے تو ہمارا بیڑا پار ہے۔ نہیں تو اس فساد بھری کشتی کا پار ہونا محال ہے۔

یہ ناچیز ایک بار پھر نہایت ادب سے عرض کرے گا کہ اے خاک ہند کے پاک صاف دوستو! خدا سے دعا کرو اور اس "ہندی ایرانی نزاع" کو ہمیشہ کے لئے دفنا دو۔ خدا حق کا حامی ہے کسی خاص مذہب و ملت کا نہیں

"خدایا آرزو میری یہی ہے، مرا نورِ بصیرت عام کر دے!"

فدوی

شاہ صاحب ناصر الدین پوری

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

تمہید

"زبان کی قوت کا بہت قوی سبب اور ثبوت بالعکس یہ بھی ہے کہ ابتدائی تاریخ سے فاتحین ہمیشہ مفتوحین کی زبان یعنی ان کی قومیت و تمدن کو برباد کرنا فوجی استیلا سے دوسرے درجہ پر جانتے ہیں۔ کیونکہ اس سے منجملہ دیگر فوائد کے دو بہت بڑے اور اصولی فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ فاتحین کی زبان مفتوحین کی زبان کی جگہ لے لیتی ہے۔ دوسرے یہ کہ مفتوحین کی زبان یا قومیت بالکل مردہ ہو جاتی ہے۔ اور اگر قدرت اس میں کسی قسم کا تخل کرتی ہے تو جدید مصنوعی طریقوں سے اس تغیر زبان کو نہایت حاوی اور پر اثر بنا دیا جاتا ہے۔ یونانی اور رومی زبانوں نے غیر اقوام پر اپنا تسلط اور اپنی پائدار حکومت صرف اپنی قومیت کی بنا پر جمائی اور پھر اہل عرب نے اپنی زبان کے ہاتھوں جو زبردست اور اسلامی اثر مدتوں تک تمام ایشیا و یورپ پر بالواسطہ اور بلاواسطہ ڈالے رکھا وہ اظہر من الشمس ہے۔ اور جو اثر اس زبان نے دکھایا وہ ہرگز فوج سے حاصل نہیں ہو سکتا تھا کیونکہ زبان کے غیر محسوس اور خاموش اسلحہ فوج کے خار اشگاف اور ہنگامہ زا اسلحہ سے کہیں زیادہ مار رکھتے ہیں۔"

مولوی ندیم الحسن صاحب (رضوی موہانی)
از رسالہ "اردو" بابت اپریل ۱۹۲۲ء صفحہ ۳۰۰
انجمن ترقی اردو (ہند) دہلی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

"اٹھارھویں صدی کے اوائل میں ولی اورنگ آبادی دکن سے دہلی آیا۔ اس وقت دولت مغلیہ کی شوکت اور دبدبے کا آفتاب نصف النہار سے ڈھل چکا تھا۔ لیکن دہلی کا دربار ابھی ان امیروں اور رئیسوں کا مرکز تھا جو زیادہ تر ایرانی، تورانی نژاد تھے۔ جنکی مادری زبان فارسی تھی۔ دربار کے لواحقین اور شہر کے اہل علم فارسیت میں ڈوبے ہوئے تھے۔ ان لوگوں نے ولی کا خیر مقدم کیا اور اس کی نظموں کو ہاتھوں ہاتھ لیا، اس کی شاعری کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھا بلکہ بقول بعض انھیں نظموں کی وجہ سے فارسی کو چھوڑ کر ان لوگوں نے بول چال کی زبان کو شاعری کا ذریعہ بنا لیا۔ جب ادب کے نکھار سے دہلی کی زبان سنورنی شروع ہوئی۔ تو قدرتی طور پر بول چال کی زبان میں تبدیلی شروع ہوئی۔ وہ الفاظ جن میں ہندی کے خاص حروف شامل تھے۔ اور فارسی لفظوں میں استعمال نہیں ہوتے تھے، جن کو فارسی داں اپنی زبان سے بآسانی ادا نہ کر سکتے تھے۔ ادب سے خارج ہونے لگے۔ اس کے علاوہ، وہ الفاظ بھی، جو عوام کی زبانوں پر چڑھے ہوئے تھے اور خواص ان کو بازاری قرار دیتے تھے، متروک ہونے لگے۔ اس طرح کٹ چھٹ کر دہلی کی ٹکسالی اردو زبان تیار ہوئی۔ اور اس کی گود میں اردو ادب کی پرورش ہونے لگی۔ محمد شاہ کے عہد سے اس کی مستقل تاریخ شروع ہوتی ہے۔ تقریباً دو سو برس کے اندر یہ زبان ترقی کے ابتدائی مدارج طے کرتی ہوئی آج اس درجہ پر پہونچی ہے کہ اعلیٰ سے اعلیٰ تعلیم کا ذریعہ قرار پائی۔"

مولوی محمد مبین کیفی۔ "چریا کوٹی"

از جواہر سخن

پہلی جلد۔ پہلا اور دوسرا حصہ۔ ہندوستانی اکیڈیمی الہ آباد ۱۹۲۳ء

صفحہ ۴۔ ۵

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

وو مظہر علی ولا نے بیتال پچیسی اول بھاکا سے اردو میں کی۔ اور انشاء اللہ خاں نے قواعد اردو لکھکر جودت طبع دکھائی۔ مگر اس میں بھی عربی و فارسی الفاظ کا چربہ اتارا۔ جس سے اور ماہران صرف و نحو بھی اسی ڈگر پر پڑ گئے۔ اردو نظم نے بھی فارسی ہی کی طرز اختیار کی۔ کیونکہ یہ لوگ ترکی النسل تھے۔ یا فارسی النسل یا عربی النسل یہ ہندی کی مطابقت کس طرح کر سکتے تھے۔ اگر انھیں ہندی کی دلچسپ شاعری اور اس کی نازک خیالی کا چسکہ ہوتا تو اردو قواعد نیز اردو شاعری میں اور ہی لطف پیدا ہو جاتا"

مولوی سید احمد دہلوی

از مقدمہ فرہنگ آصفیہ جلد اول

مطبع رفاہ عام پریس لاہور

مئی سنہ ۱۹۰۸ء۔ صفحہ ۸

"اس موقع پر یہ نکتہ خاص لحاظ کے قابل ہے کہ اگرچہ ہمارے انشا پردازوں نے سنسکرت اور برج بھاشا کے علم ادب کے نکتہ نکتہ کو سمجھا، اور اس سے بہت فائدہ اٹھایا، لیکن اسکے فیض سے وہی محروم رہ گیا، جو سب سے زیادہ حقدار تھا، یہ ظاہر ہے کہ اردو بھاشا سے نکلی اور اسکے دامن میں پلی لیکن بھاشا سے جو سرمایہ اسکو ملا، صرف الفاظ تھے، مضامین اور خیالات سے اس کا دامن خالی رہا، بخلاف اس کے عربی زبان، جسکو بھاشا سے کسی قسم کا تعارف نہ تھا، وہ سنسکرت اور بھاشا دونوں سے مستفید

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہوئی"

مولانا شبلی نعمانی

ازمقالات شبلی جلد دوم

مطبع معارف اعظم گڈھ

سنہ ۱۹۳۱ء صفحہ ۱۰۰

"اردو کے مالک ان لوگوں کی اولاد تھے۔ جو اصل میں فارسی زبان رکھتے تھے۔ اسی واسطے انھوں نے تمام فارسی بحریں اور فارسی کے دلچسپ اور رنگین خیالات اور اقسام التشابہ و ازی کا فوٹو گراف فارسی سے اردو میں اتار لیا۔ تعجب یہ ہے کہ اس نے اس قدر خوش ادائی اور خوشنمائی پیدا کی کہ ہندی بھاشا کے خیالات جو خاص اس ملک کے حالات کے بموجب تھے۔ انھیں بھی مٹا دیا۔ چنانچہ خاص و عام پپیہے اور کوئل کی آواز اور چنپا اور چمبیلی کی خوشبو کو بھول گئے۔ ہزارہ بلبل اور نسرین و سنبل جو کبھی دیکھیں بھی نہ تھیں ان کی تعریف کرنے لگے۔ رستم اور اسفندیار کی بہادری۔ کوہ الوند اور بے ستون کی بلندی۔ جیحون سیحون کی روانی نے یہ طوفان اٹھایا کہ ارجن کی بہادری، ہمالہ کی ہری ہری پہاڑیاں۔ برف سے بھری چوٹیاں اور گنگا جمنا کی روانی کو بالکل روک دیا"

شمس العلما مولوی محمد حسین آزاد

از نظم آزاد

نول کشور گیس پرنٹنگ ورکس لاہور سنہ ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۴

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

"ان فارسی خیالوں اور اشاروں نے اُردو شاعری کو سنگلاخ بنا دیا جس کی ماں بھاشا سی شیریں زبان تھی جو ہم کو وہ چیزیں بتاتی ہے، جن کی کیفیت اون کے دیکھنے سننے سونگھنے چکھنے یا چھونے سے حاصل ہوتی ہے، مثال کے طور پر خیال کرو بارش کا موسم ہندوستان میں بہار کا موسم ہے، بادلوں کا گھر گھر کر آنا، سرد ہواؤں کا چلنا، سرسبز اور شاداب درختوں کا جھومنا، ہلکی ہلکی پھواروں کا پڑنا۔ کوئل کا کوکنا، پپیہوں کا پی کہاں پی کہاں کی صدا لگانا یہ اور اسی قسم کی بہت سی دلکش باتیں ہیں کہ جن کو دیکھکر دل کو سرور اور آنکھوں کو نور حاصل ہوتا ہے، اور انھیں باتوں کو اگر شعر کے قالب میں ایک خاص انداز سے ڈھالا جائے تو اُس کو سُنکر دلوں میں جوش اور طبیعتوں میں اتنی اُمنگ پیدا ہو سکتی ہے جو بہار فارس کو خواب میں نصیب نہیں۔

"مگر بدقسمتی سے اردو شاعری میں گل و بُلبُل کا دخل ہوا جو متقدمین کے ہاں کم کم متوسطین کے ہاں کچھ زیادہ پایا جاتا ہے، اور متاخرین کی شاعری کا دار و مدار اسی پر ٹھہر گیا۔ تحسین و آفریں کی ہوس میں کسی صفت در صفت کبھی استعارہ در استعارہ سے اوسے اتنا تنگ و تاریک کر دیا کہ شاعری گورکھ دھندا بن کر رہ گئی۔"

حکیم سید عبدالحی صاحب

از گل رعنا

مطبع معارف اعظمگڈھ ۱۳۴۳ھ صفحہ ۱۴

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جس طرح ایک جان دوسرا قالب اختیار نہیں کر سکتی اسی طرح کوئی قوم اپنی زبان نہیں بدل سکتی۔ بہت سی قوموں نے جبر و زور شمشیر یا بزور قلم دوسری قوموں سے مغلوب ہو گئی ہیں اُس تقلید کی بنا پر جو محکوم ملتوں کی غلامی کا راز ہے یہ کوشش کی ہے غالب قوم کی زبان کم و بیش اختیار کر لیں۔ لیکن ایسی سعی کا انجام ہمیشہ ان کی تباہی ہوا ہے۔ روما نے باوجود اس کے کہ تیغ نصرت اس کے ہاتھ میں تھی جب مفتوح یونان کی زبان کو اختیار کرنے میں جدّ و جہد شروع کی تو روما کی تہذیب میں انحطاط شروع ہو گیا اور علوم و فنون میں بجائے ترقی کے تنزل کے آثار نمایاں ہو گئے۔ یہ روما کی خوش قسمتی تھی کہ اہل روما وقت پر اپنی شدید غلطی سے واقف ہو گئے ورنہ ممکن نہ تھا کہ ان کی ہستی بربادی سے محفوظ رہ سکتی۔ یورپ میں جب تک مادری زبانوں کے مقابلہ میں لاطینی کو فروغ رہا اہل یورپ علم اور حقیقی آزادی دونوں سے محروم رہے۔ لیکن روما اور یورپ میں زبان میں کورانہ تقلید کے اثر کو سیاسی آزادی نے ایک حد تک باطل کر دیا تھا۔ مگر ہمارے قبضے میں نہ قلم تعلیم ہے نہ سیف سلطنت اگر ہم اپنی زبان کی طرف سے ایسے ہی غافل رہیں جیسے کہ عام طور پر ہیں تو اس کا انجام ہماری قطعی اور یقینی قومی موت ہے۔

میں پھر کہوں گا کہ زبان فاتح کی تلوار کی آواز کا نام نہیں ہے۔ فاتح اپنا خطبہ اور سکہ جاری کر سکتا ہے لیکن اپنی زبان جاری نہیں کر سکتا۔ مفتوح فاتح کا مذہب اختیار کر سکتا ہے لیکن اُس کی زبان اختیار نہیں کر سکتا۔ زبان ملک اور ملت کے قلب کی حرکت کی صدا ہے۔

ڈاکٹر عبدالرحمٰن بجنوری

از رسالہ اردو بابت جولائی ۱۹۲۲ء

صفحہ ۳۲۶

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

"کاش ہماری تقلید سے سرشار بزرگ بجار فارسی کے یا فارسی کے ساتھ ہی ساتھ ہندی شاعری کو بھی اپنا نمونہ یا رہبر طریق بناتے تو باوجود تقلید کے اُن کو وہ بات نصیب ہو جاتی جس کو اب آنکھیں ڈھونڈھتی ہیں اور بے فائدہ ڈھونڈھتی ہیں۔ ہندی شاعری کا نشو ونما اور پرورش ہند کی ہی آب وہوا میں ہوئی ہے۔ اس لئے وہ اہل ہند کے اصلی جذبات اُن کی واقعی خصوصیات اور مقامی معلومات سے بھری ہوئی ہے۔ ہندو شاعر جس چیز کو بیان کرتے ہیں۔ اُسکی تصویر آنکھوں کے سامنے کھڑی کر دیتے ہیں۔ ان کی انوکھی تلاش دل کو بیقرار کر دیتی ہے اور ان کے قومی جذبات دل سے نکل کر دل ہی میں بیٹھ جاتے ہیں۔ طبیعت انسانی کے مطالعہ اور فطرت کی رنگا رنگ گلکاریوں کے مشاہدے میں ان کو خاص دخل ہے"

مولوی محمد عزیز مرزا بی۔ اے۔ ایم۔ آر۔ اے۔ ایس

از خیالات عزیز

مطبوعہ زمانہ پریس کانپور سنہ صفحہ ۱۱۹

"اُردو شاعری میں اس وقت سب سے بڑا نقص یہی ہے کہ اُردو شعرا نے فارسی خیالات کا اس قدر تتبع کیا ہے کہ اب صحیح مذاق اُن سے جاتا رہا۔ جس شخص نے کبھی بلبل کی صورت نہ دیکھی ہو اُس کو اُس کا تخیل کیا مفید ہو سکتا ہے، جو کبک دری کی شکل اور خصائل سے ناواقف ہے وہ اس کے نام سے کیا لطف اٹھا سکتا ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہم جس قدر کوئل۔ پپیہا کے آواز اور اس کے خصائل سے واقف ہیں اور اس کے تخیل سے جو تحریک جذبات ہو سکتی ہے وہ فارس کے چڑیوں کے ذکر سے ناممکن ہے۔ جس چیز کو اپنی عمر میں کسی نے کبھی نہ دیکھا ہو اس کا صحیح تخیل کیونکر ممکن ہے۔"

مولانا محمد امین صاحب عباسی
از جواہر خسروی
مطبع انسٹی ٹیوٹ علی گڈھ کالج ۱۹۱۸ء
صفحہ ۱-۱۴۲

"موجودہ تلمیحات کا بیشتر حصہ عرب و ایران سے لایا گیا ہے۔ ہندوستانی تلمیحات عام بول چال میں کسی قدر ہیں، مگر وہ لائق شمار نہیں ہیں۔ ہندوستان کی زبانوں اور اُن کے ادبیات سے نفرت و گریز کرنے کے بعد کوئی حق نہیں ہے کہ ہم اردو زبان کو ہندوستان کی مشترک زبان کا خطاب دیں۔ اگر آپ جرمن، فرانسیسی، یا انگریزی زبان کی لغات کھول کر دیکھیں، تو آپ کو معلوم ہوگا کہ انھوں نے تمام دنیا کی زبانوں اور ادبیات سے فائدہ اٹھایا ہے کوئی مذہب کوئی زبان کوئی ملک اور کوئی قوم ایسی نہیں ملیگی۔ جس کے عقائد۔ رسوم، اوہام، تاریخ اور ادب کے متعلق ضروری الفاظ ان ترقی یافتہ زبانوں میں موجود نہ ہوں۔ گویا انھوں نے اپنی زبان کے ادب کو ایک عالم گیر ادب بنا دیا ہے۔ کیا ہمارے لئے شرم کی بات نہیں ہے کہ ہم نے اپنی زبان کو اب تک ہندوستانی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

زبان کہلانے کا مستحق بھی ثابت نہیں کیا۔ اگر ہم فراخدل ہوتے۔ اگر ہم میں تعصب کی جھلک نہ ہوتی۔ اگر ہمکو اپنی زبان سے محبت ہوتی اگر ہم اپنی زبان کے ساتھ اپنے وطن کی عزت بھی کرنا چاہتے۔ تو پھر ہمارا فرض تھا کہ جتنی قومیں ہندوستان میں آباد ہیں، اُن کے عقائد و اوہام، اُن کے رسم و رواج اور ان کی تاریخ و ادب کے تمام ضروری الفاظ اپنی زبان میں داخل کر لیتے اور اُسکا دائرہ اس قدر وسیع کرتے کہ ہندوستان کی کوئی موجودہ زبان اسکا مقابلہ نہ کر سکتی۔ اگر عام بول چال میں تغیر و تبدل کرنے کا اختیار ہم نہیں رکھتے، تو یہ بات تو ہماری قدرت میں ہے کہ ہم اپنے ادبیات کا دایرہ وسیع کر دیں۔ اور اس کو ہندوستان کے تمام تعلیم یافتہ باشندوں کے لئے قابل مطالعہ اور لائق اُنس بنا دیں۔ اردو زبان کے بنانے میں ہندو مسلمان دونوں شریک ہیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ اس کے ادب میں صرف اسلامی ادبیات کے آثار موجود ہیں۔ ہندو قوم کے ادبیات کا کوئی نشان نہ ہماری نثر میں ہے، نہ نظم میں"۔

مولوی سید وحید الدین سلیم
پروفیسر اردو عثمانیہ کالج حیدرآباد
از رسالہ اردو بابت جنوری ۱۹۲۲ء
صفحہ ۱۰۷-۱۰۸

"جو تعصب اور ناگواری کا الزام ہندوؤں پر لگایا جاتا ہے اسی قسم کا بلکہ اس سے سخت تر الزام مسلمانوں پر لگایا جا سکتا ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کون نہیں جانتا کہ مسلمان باوجودیکہ تقریباً ایک ہزار برس سے ہندوستان میں آباد ہیں۔ مگر اس طول طویل مدت میں انھوں نے چند مستثنیات کو چھوڑ کر کبھی سنسکرت یا برج بھاشا کی طرف باوجود سخت ضرورت کے آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھا۔ جس سنسکرت کو یورپ کے محقق لاطینی و یونانی سے زیادہ وسیع زیادہ فصیح اور زیادہ باقاعدہ بتاتے ہیں اور جسکی تحقیقات میں عمریں بسر کر دیتے ہیں۔ مسلمانوں نے عام طور پر کبھی اسکو قابل التفات نہیں سمجھا۔ اگر یہ کہا جائے کہ سنسکرت کا سیکھنا کوئی آسان کام نہیں ہے تو برج بھاشا جو بمقابلہ سنسکرت کے نہایت سہل الوصول ہے اور جس کی شاعری نہایت لطیف، شگفتہ اور فصاحت اور بلاغت سے لبریز ہے اس کو بھی عموماً وہ ہمیشہ بیگانہ وار نظروں سے دیکھتے رہے حالانکہ جو اردو انکو اس قدر عزیز ہے۔ اس کی گرمیر کا دار و مدار بالکل برج بھاشا یا سنسکرت کی گرمیر پر ہے۔ عربی فارسی سے اسکو صرف اسقدر تعلق ہے کہ دونوں زبانوں کے اسماء اس میں کثرت سے شامل ہو گئے ہیں۔ باقی تمام اجزائے کلام جن کے بغیر کسی زبان کی نظم و نثر مفید معنی نہیں ہو سکتی۔ برج بھاشا یا سنسکرت کی گرمیر سے ماخوذ ہیں۔"

شمس العلما خواجہ الطاف حسین حالی
از مقالات حالی حصہ دوئم
جامعہ پریس دہلی سنہ ۱۹۳۲ء
صفحہ ۲۱۱

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

متروکات

"اردو زبان میں چونکہ ایک مدت تک بیہودہ مبالغہ اور خیال بندی کی گرم بازاری رہی۔ اس لئے واقعات کے ادا کرنے کے لئے جو الفاظ، ترکیبیں، اصطلاحات مقرر ہیں استعمال میں نہیں آئیں۔ اس لئے آج نئے سرے سے ان کو استعمال کیا جائے تو یا ابتذال یعنی عامیانہ پن، یا غرابت یعنی روکھا پن پیدا ہو جاتا ہے۔ نظیر اکبرآبادی کے کلام میں جو صوفیانہ پن ہے، اس کا یہی راز ہے۔ میر حسن نے اپنی مثنوی میں اکثر واقعات کا سماں دکھانا چاہا ہے اور یہ ان کی صحیح المذاقی کا نتیجہ ہے۔ لیکن اکثر جگہ ابتذال پیدا ہو گیا ہے"

مولانا شبلی نعمانی
از موازنہ انیس و دبیر
الناظر پریس لکھنؤ سنہ ۱۹۲۴ء
صفحہ ۱۶۰

"دکن میں ہندی نے جب ادبی صورت اختیار کی تو فارسی کے سانچے میں ڈھل گئی۔ لیکن بہت سے ہندی الفاظ اور ہندی ترکیبیں اور بعض ہندی خصوصیتیں ویسی ہی باقی رہیں۔ اُس وقت کے ادیب اور شاعر نے دو دریاؤں کو جو مختلف سمت میں بہہ رہے تھے۔ ایک نہر کھود کر

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

لاطایا اور یہی وجہ ہے کہ اُس وقت کی زبان میں گنگا جمنی ترکیبوں کی جھلک نظر آتی ہے۔ اور ایرانی عشق کے پہلو بہ پہلو ہندی پریم کا جلوہ دکھائی دیتا ہے۔ صورت ایک ہے مگر جلوے دو ہیں، بات ایک ہے مگر مزے دو ہیں۔ بعد میں جو ادیب اور شاعر آئے جو مئے شیراز کے متوالے تھے، انھیں جو چیزیں اجنبی اور غیر مانوس اور اپنے ذوق کے خلاف نظر آئیں۔ وہ انھوں نے چن چن کر پھینک دیں اور بجاے ہندی کے فارسی عنصر غالب آگیا۔ اس میں ولی اور ان کے ہم عصر بھی ایک حد تک قابل الزام ہیں۔ اس زمانہ میں مولوی حالی ایک ایسے شاعر ہوئے ہیں جنھوں نے اردو میں ہندی کی چاشنی دے کر کلام میں شیرینی پیدا کر دی۔ مگر ہم عصر شعرا میں اس کی کچھ قدر نہ ہوئی"

ڈاکٹر مولوی عبدالحق
از رسالہ اردو بابت جنوری ۱۹۲۲ء
صفحہ ۱۹-۲۰

"بالخصوص دکن کی زبان ولی اور لکھنؤ کی زبان سے بالکل مختلف اور سنسکرت اور بھاکا سے ملی جلی ہوتی تھی، اور قدما کے پہلے دور تک ولی میں بھی بہت کچھ اس زبان کا اثر قائم رہا، اس بنا پر قدما کے دوسرے دور میں مصلحین اردو اور مجددان فن نے شاعرانہ اصلاح کی طرف توجہ کی۔ تو ان کے سامنے سب سے پہلے اصلاح زبان کا مسئلہ آیا، اور شاہ حاتم، خواجہ میر درد، اور میر و مرزا نے خصوصیت

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کے ساتھ قدیم دکنی الفاظ کے خس و خاشاک سے اس زبان کو پاک و صاف کیا۔ لیکن اس کے بعد بھی ایک مدت تک عملاً یہ الفاظ اردو زبان کا جزو لاینفک رہے۔ اور خود میر و مرزا نے بہ کثرت سنسکرت و بھاکا کے الفاظ استعمال کئے۔ اس لئے قدما کے بعد جب متوسطین کے زمانہ میں اصلاح زبان کا خیال پیدا ہوا اور شیخ ناسخ نے اسکی طرف توجہ کی، تو ان کے سامنے بھی اصلاحی حیثیت سے وہی الفاظ اور محاورات آئے جن کو قدیم دکنی شعرا کے اثر سے شاہ مبارک آبرو وغیرہ بلکہ خود میر مرزا بھی استعمال کر رہے تھے۔"

مولانا عبدالسلام ندوی
از شعر الہند حصہ دوئم
مطبع معارف اعظم گڑھ صفحہ ۱

"بعد کے اردو شعرا پر فارسی شاعری کا رنگ ایسا غالب آیا کہ یہ خصوصیت اردو شاعری سے بالکل اٹھ گئی اور رفتہ رفتہ بہت سے ہندی الفاظ بھی زبان سے خارج ہو گئے اور اساتذہ الفاظ کے متروک کرنے میں رہ گئی۔"

علاوہ ہندی کی شاعری کی اس خصوصیت کے سلطان محمد قلی قطب شاہ کے کلام میں ہندی زبان کی بعض اور خصوصیتیں بھی پائی جاتی ہیں اور الفاظ تو بکثرت ہیں۔ یہانتک کہ وہ حمد و نعت و منقبت میں بھی ہندی کے مذہبی الفاظ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

استعمال کرتا ہے۔"

ڈاکٹر مولوی عبدالحق
از رسالہ اردو بابت جنوری ۱۹۲۲ء
صفحہ ۳۲-۳۳

"ایام غدر کے بعد جب میں نے بخوبی ہوش سنبھالا تو دیکھا کہ موجودہ زبان نے اور ہی رنگ نکالا ہے۔ میں زبان کی ترقی کا مخالف نہیں ہوں بلکہ اس کا دل سے ساتھی اور موافق ہوں۔ کیونکہ زبان کی ترقی عین ہماری ترقی ہے۔ میری تمام اردو تصانیف دیکھ ڈالو۔ بہت سے ایسے ہندی اچھوتے الفاظ ملیں گے جنھیں فصحاں زبان نے ابھی تک ترجمی نظر سے دیکھکر اپنی زبان کی مجلس میں بیٹھنے کی پوری پوری جگہ نہیں دی تھی۔ حالانکہ وہ از حد فصیح۔ بلیغ۔ پُر درد اور پر معنی۔ پُر اثر اور پر شوکت الفاظ تھے۔ کسی نے عورت کی زبان سمجھ کر ان الفاظ کے گلے پر چھری پھیری کسی نے ہندی کے ٹھیٹ محاورے جان کر تسلیم کرنے سے پہلو تہی فرمائی۔ اگرچہ ایک زمانہ میں ہمارا بھی یہی حال تھا کہ ہندی زبان نہ جاننے کے سبب ہندی الفاظ کو خاطر میں نہ لاتے اور ان کی واقعی داد نہ دیتے تھے۔ لیکن جب سے ہم نے لغات کی تحقیق میں قدم رکھکر ہندی سے واقفیت پیدا کی تو دیکھا کہ ایک جہالت کا پردہ تھا جو ہماری آنکھوں سے اٹھ گیا اور جان لیا کہ درحقیقت یہ جادو بھری زبان ہے اس کا جو گیت اور بیان ہے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بڑا ہی پر اثر اور ذی شان ہے"

مولوی سید احمد دہلوی
از فرہنگ آصفیہ جلد اول
سبب تالیف سنہ ۱۹۰۱ء
صفحہ ۲۳

"متروکات کا مسئلہ بھی بہت ٹیڑھا ہو گیا ہے۔ بعض اساتذہ نے بعض الفاظ متروک کر دیئے ہیں اور اپنے کلام میں استعمال نہیں کئے۔ ان کے شاگردوں نے بھی اس کی تقلید کی اور اس طرح متروکات کی تعداد بڑھتی گئی۔ ہماری رائے میں کسی شخص کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ یہ کہے کہ فلاں لفظ آج سے متروک ہے۔ الفاظ کی حالت بھی جانداروں کی سی ہے یہ بڑھتے گھٹتے ہیں۔ صورت بدلتے ہیں۔ حیثیت میں فرق آجاتا ہے۔ بعض نام پیدا کرتے ہیں بعض گمنام ہو جاتے ہیں۔ ذلیل سے شریف اور شریف سے رذیل ہو جاتے ہیں اور بعض ایک مدت کے بعد مر جاتے ہیں۔ لیکن دانستہ گلا گھونٹنے کا حق کسی کو حاصل نہیں۔ تعجب ہے کہ اس کی ابتدا شعرا کی طرف سے ہوئی۔ حالانکہ شاعر ہی کو ان کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے اور بعض اوقات یہ الفاظ کلام میں حسن پیدا کر دیتے ہیں۔ مثلاً پر (لیکن کے معنوں میں) متروک بتایا جاتا ہے۔ نثر میں متروک ہو تو ہو لیکن کوئی وجہ نہیں کہ نظم میں متروک کر دیا جائے۔ کس قدر مختصر اور خوبصورت لفظ ہے اور لحاظ سے لیکن سے بہتر ہے۔ شاعر اسے بلا تکلف استعمال کر سکتا ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بھانا بھی متروک ہے۔ حالانکہ اس کے بجائے اردو میں کوئی لفظ نہیں۔ پسند آنا اور پسند کرنا میں اختیار اور ارادہ ظاہر ہوتا ہے۔ اور "بھانا" وہاں استعمال ہوتا ہے جو کوئی شے بغیر ارادہ و اختیار کے خود بخود دل کو اچھی معلوم ہوتی ہے۔ کہتے ہیں کہ "پرے" کا لفظ بھی متروک ہے۔ لیکن جب یہ عرض کیا جاتا ہے کہ اس کے بجائے کیا استعمال کیا جائے تو ارشاد ہوتا ہے کہ "اُدھر"۔ مگر پرے اور اُدھر کے معنوں میں بہت فرق ہے۔ اُدھر سمت کو بتاتا ہے اور پرے بعد کا اظہار کرتا ہے۔ مت بھی متروک سمجھا گیا ہے۔ حالانکہ اس کے معنی خاص ہیں۔ "نہ" یہ کام نہیں دے سکتا "نہ" افعال کی عام نفی کے لئے ہے اور "مت" نہیں کے واسطے مخصوص ہے۔ اسی طرح بہت سے لفظ مثلاً خاطر سو تو۔ ناؤ۔ مندجانا۔ بھلا (بمعنے اچھا) گانٹھ وغیرہ وغیرہ متروک قرار دیئے گئے ہیں۔ ان الفاظ کے متروک ہونے کی کوئی اور وجہ نہیں معلوم ہوئی سوائے اس کے کہ لکھنؤ کے بعض شعرا نے ان کا لکھنا ترک کر دیا۔"

(ڈاکٹر) مولوی عبدالحق صاحب اڈیٹر اردو
از رسالہ اردو بابت ماہ جنوری ۱۹۲۵ء
صفحہ ۱۲۵-۶

"سب کچھ سہی مگر میرا دل ان باتوں کو کبھی قبول نہیں کر سکتا کہ سرتاسر ٹکسال باہر زبان ہو اور یہ بندہ اُس کی توصیف میں ہمہ تن رطب اللسان ہو۔ کوئی لفظ قواعد منضبطہ سے باہر ہو اور ہمارے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

دوست اُسے سراہیں۔ ہم اپنی زبان کو مرہٹی بازوں لاولی بازوں کی زبان۔ دھوبیوں کے کھنڈ۔ جاہل خیال بندوں کے خیال، ٹیسو کے راگ یعنی بے سر و پا الفاظ کا مجموعہ بنانا کبھی نہیں چاہتے۔ اور نہ اس آزادانہ اردو کو ہی پسند کرتے ہیں جو ہندوستان کے عیسائیوں۔ نومسلم بھائیوں۔ تازہ ولایت صاحب لوگوں۔ خانساماؤں۔ خدمتگاروں۔ پورب کے منحیوں۔ کیمپ بُوایوں اور چھاؤنیوں کے ست بجھڑے باشندوں نے اختیار کر رکھی ہے۔ ہمارے ظریف الطبع دوستوں نے مذاق سے اس کا نام پڑ دو رکھ دیا ہے۔"

مولوی سیّد احمد دہلوی
از فرہنگ آصفیہ جلد اول
رفاہِ عام پریس لاہور ۱۹۰۱ء
سبب تالیف صفحہ ۲۳

رسم الخط

"اردو ہندی کے مسئلہ پر بہت کچھ لکھا گیا ہے اور لوگ اس پر غور کر چکے ہیں کہ اردو اور ہندی بلحاظ بول چال کے دونوں ایک ہی ہیں۔ ان میں جدائی بہت ہی تھوڑی ہے۔ البتہ رسم خط کا فرق ایک خاص فرق ہے۔ مگر اسکے لئے ہندو مسلمانوں کا آپسمیں بگاڑ ہونا بہت نامناسب ہے۔ مسلمانوں کو

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

یہ خیال کرنا چاہیئے کہ ہندی رسم الخط ہندوستان کا ہے جو ہمارا موجودہ وطن ہے اور ہمارے ہندو پڑوسیوں اور ملکی بھائیوں کا رسم الخط ہے۔ اس واسطے ہمیں بھی اس رسم الخط کی ترقی اور حفاظت میں حصہ لینا چاہیئے"

حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب

از رسالہ زمانہ۔ جوبلی نمبر ۱۹۲۸ء۔ کانپور

صفحہ ۱۶۰

جب سنسکرت حروف تہجی کی وساطت سے عربی فارسی الفاظ کے اظہار کی ضرورت ہوئی تو اس زبان کے ماہروں نے ق، خ، ز، ف وغیرہ کے لئے (جو سنسکرت میں نہ تھے) فوراً क़ ख़ ज़ फ़ وغیرہ حروف ایجاد کر لئے اور حال ہی میں انگریزی لفظ all میں جو a کی آواز ہے اور لفظ Holland میں o کی آواز ہے ان کا اظہار کرنے کے لئے ایک نئی ماترا اختراع کی گئی ہے اور اسی طرح نون غنہ کے لئے ँ عام طور پر لکھا جانے لگا ہے۔ جیسے

कौम, खाँ, हॉलेन्ड, गैरजरूरी, फ़ाखता

"ہم ہندی سے مقابلہ کرنے کے لئے تو ہر وقت تیار رہتے ہیں مگر جو خوبیاں ہندی زبان میں ہیں۔ انہیں اگر کوئی اردو کا نام لیوا بفحوائے خذ ما صفا ودع ما کدر اپنی زبان میں رائج کرنا چاہے تو اس کے عمل کو بے اصول اور غیر ضروری ہونے پر محمول کیا جاتا ہے۔ اس میں

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کسی قسم کا شبہ کرنے کی گنجائش ہی نہیں کہ ہندی میں تو حتی المقدور ہر تحریر کا مقصد یہ ہی ہوتا ہے کہ پڑھنے والا وہی پڑھے جو لکھنے والے نے لکھا ہے۔ موجودہ اردو رسم الخط میں یہ خوبی نہیں پائی جاتی اور "بیر" جیسے لفظ کے معنی محض تلمیح اور محل عبارت سے ہی سمجھ میں آسکتے ہیں"

جناب ہارون خان صاحب شروانی
پروفیسر عثمانیہ کالج حیدرآباد دکن
از رسالہ اردو بابت اکتوبر ۱۹۲۲ء
صفحہ ۶۷۸، ۶۷۹

"ایسے الفاظ بھی پائے جاتے ہیں کہ جو نہ تو عربی الاصل ہیں۔ نہ عربی النسل مگر پھر بھی عربی پوشش میں نمایاں ہیں۔ جیسے طوطا۔ رضائی۔ صد۔ شصت وغیرہ تو کیا یہ مولد (الفاظ) عربی پوشش کے ذریعہ عربی النسل بن سکتے ہیں۔ حالانکہ اصول تو یہ مانا گیا ہے کہ "جیسا دیس ویسا بھیس" جسکو نظیر اطریفل وشطرنج کے الفاظ میں اسوقت کی پائی جاتی ہے جبکہ یہاں سے وہ پردیس چلے گئے تھے۔ مگر یہاں تو اپنے دیس میں رہ کر بھی پردیس کا بھیس ترک نہیں کیا جاتا ہے اور خودداری کو خیرباد کہدیا گیا ہے۔ بخلاف اسکے خود عربی النسل الفاظ مندرجہ ذیل کس طرح اس اصل کے مصداق بن کر اپنی ہر دلعزیزی اور سیاست دانی کا ثبوت دے رہے ہیں۔ جس میں ایشیائی اتحاد کی صورت بھی عیاں ہے (قسای۔ سہی۔ مسالہ۔ سفیل

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

خیر سلا) یہ بھی کوئی قرینہ ہے کہ تلفظ تو ایک آواز میں اور نمائش ہو اس کی چار چار صورتوں میں، تلفظ کے میدان میں یہ کوتل گھوڑے کس کام آسکتے ہیں۔

(ذ۔ز۔ض۔ظ)

"گو یہی صورتیں عرب میں بھی موجود ہیں اور وہیں کی یہ خودرو بھی ہیں۔ مگر ہر صورت کے لئے ایک خاص صوتہ اور ہر ایک صوتہ کے لئے ایک خاص صورت کا تعین بھی موجود ہے اور ہر صوتہ کا ایک جداگانہ مخرج بھی ہے۔ جس کا استعمال وہاں بے تکلفی ہوتا ہے۔ غرض ان تمام متعدد صورتوں (ت ط۔ ث۔ س۔ ص۔ ذ۔ز۔ض۔ظ) کا املا وہاں اتنا ہی سہل و آسان ہے جتنا کہ یہاں (ب۔پ اور د۔ا) کا۔ کم سے کم اُردو کے معلّی سے یہ بدنما صوری تفرقہ تو اٹھ جانا چاہئے۔ جب ہندوستان میں متشابہ الصوتہ تلفظ تمام مختلف صورتوں کا ایک ہے تو اصول املا کی پابندی کے لئے صرف ایک صورت متحد الصوتہ کی کافی ہے۔ باقی صورتوں کی تخفیف مناسب معلوم ہوتی ہے۔ چنانچہ بلحاظ سہولت و کثرت استعمال متحدہ الصوتہ حروف سے صرف ایک ایک حرف یا صورت کا حسب ذیل تعین ہو جائے۔

ت / ت۔ط ، س / ث۔س۔ص ، ز / ذ۔ز۔ض۔ظ

"تاکہ آئندہ صحت املا میں منطقی تاویلات کی کوئی ضرورت باقی نہ رہے کہ بلحاظ صفائی کے "سفید املا (ص) سے ساگوانی "صندوق" کا املا بلحاظ مادیت کے (س) سے ہونا چاہئے اور نام کے املا کی صحت میں

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

1/۳۲۲ 1025

पुस्तकालय गुरुकुल कांगड़ी

آزادی کامل حاصل ہو جائے کیونکہ جن کے نام کا املا ف ض ظ ہوتا ہے
نذر - نفر - نظر
اس کی صحت اس وقت تک قابل اطمینان متصور نہیں ہوتی کہ صاحب نام کی
جانب سے اُس کا تعین و تشخص ہو کر اجازت عطا نہ ہو۔ ایسے ناقابل اطمینان
صحت کے املائے اردو کے بجائے انگلش یا ہندی رومن
کیرکٹر پسند کر لیا جاتا ہے۔ تاکہ عدم صحت املا کی ندامت نہ اٹھانی پڑے"

جناب میر احمد علی صاحب ناظر تعلیمات
ضلع ناندیڑ حیدرآباد دکن

از رسالہ اردو بابت جنوری ۱۹۲۳ء
صفحہ ۲۸۶-۲۸۸

"مثل پہلوی اور فارسی کے اردو بھی منجملہ اُن بدنصیب
زبانوں کے ہے جس کا خط ایک غیر قوم کا قرار دیا ہوا ہے
اور جس خط کو کوئی طبعی مناسبت زبان کے ساتھ نہیں ہے۔
یعنی زبان میں جبلۃً جو اصوات ہیں ان کو یہ خط بخوبی ادا نہیں کرتا۔ بعض اصوات
کے لئے تو حروف کثرت سے ہیں اور بعض اصوات کے لئے مطلق نہیں، مثلاً
عربی کی ث اور ص اور س تینوں سے اُردو میں ایک ہی آواز نکلتی ہے۔
جس کو صرف س سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ البتہ ان عربی الفاظ کے املا کے لحاظ
سے جو اردو میں شامل ہو گئے ہیں۔ ان حروف کا قائم رکھنا لازمی ہے۔
لیکن خود اُردو اصوات کے لحاظ سے یہ زاید اور فضول ہیں۔ یعنی اگر کوئی
شخص اردو کی عبارت پڑھتا جائے اور دوسرا اس کو
لکھتا جائے۔ تو جب تک اُس کو ذاتی علم عربی املا کا نہ ہو

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

وہ صرف سُن کر ان حروف کو صحیح نہیں لکھ سکتا۔ یہ ایک بڑا عیب اور بڑا اشکال اردو خط کا ہے۔ یہی حالت ہے ز اور ذ اور ض اور ظ اور اسی قسم کے اور حروف کی جو اُردو میں بالکل ہم صورت ہیں"

"یہ امر عموماً معلوم ہے کہ اُردو بھی اُس خاندان کی زبان ہے جس کو خاندان آریہ کہتے ہیں یعنی اصل میں یہ ہندی یا بھاشا ہے۔ جو سنسکرت کے اختلاط سے پیدا ہوئی اور مسلمانوں کے تسلط کی وجہ سے اس میں فارسی اور عربی الفاظ کثرت سے شامل ہو گئے۔ ہندوستان میں اس قسم کی کئی بھاشائیں ہیں۔ جن میں سے چار یعنی مہاراشٹری۔ شورسینی۔ ماگدھی اور پیشاچی زیادہ مشہور ہیں۔ اور ان کا عام نام پراکرت ہے۔ جس سے مراد زبان طبیعی ہے۔ برخلاف اس کے سنسکرت کے معنی شستہ و مجلا زبان کے ہیں سنسکرت ناٹکوں میں متمیز اشخاص مثلاً بادشاہ و وزیر و ارکان دولت سنسکرت بولتے ہیں۔ برخلاف اسکے عورتوں اور نوکروں چاکروں کی زبان پراکرت ہے۔ پس جو ہندی الفاظ اردو میں شامل ہو گئے ہیں۔ وہ زیادہ تر کسی نہ کسی پراکرت سے آئے ہیں۔ اور کچھ تھوڑے سے الفاظ براہ راست سنسکرت سے بھی آئے ہیں۔ اس امر کا قرار دینا کہ کوئی خاص لفظ کس پراکرت کے ذریعہ سے اُردو میں آیا ہے کسی قدر مشکل ہے لیکن لغت نویسی کے لئے اس مشکل کا سامنا کرنا ضروریات سے ہے اور اسی وجہ سے اُردو کا لغت نویس جب تک وہ سنسکرت اور مختلف پراکرتوں سے واقف نہ ہو اور ان زبانوں کے ادب پر عبور نہ رکھتا ہو لغت کے بہت بڑے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جُز یعنی اشتقاق الفاظ کو صحیح نہیں لکھ سکتا۔"

"ان آریوی زبانوں کے خط میں بہت ہی مفید امر یہ ہے کہ ان میں اعراب حروف کے ذریعہ سے ظاہر کیا جاتا ہے۔ برخلاف اسکے سمیاطیقی زبانوں میں اعراب چند اختراعی علامات کے ذریعہ سے دکھایا جاتا ہے۔ جن کو زبر۔ زیر۔ پیش اور تنوین وغیرہ کہتے ہیں۔ یعنی ایک زبان میں تو اعراب لفظ کا جز ہے اور کتاب میں التزاماً لکھا جاتا ہے اور دوسری میں ایک اعراب ایک خارجی علامت ہے۔ جس کا لکھنا یا نہ لکھنا کاتب کی مرضی پر موقوف ہے، اور جو فی الواقع ہمیشہ متروک ہوا کرتا ہے۔

"اس تشریح سے معلوم ہوگا کہ بلحاظ خط کے آریوی زبانوں میں عبارت کا پڑھنا بمقابل سمیاطیقی زبانوں کے کس درجہ آسان ہے۔ یعنی آریوی زبان میں ہر ایک لفظ ایک ہی طرح پڑھا جا سکتا ہے اور اس کے تلفظ میں دوسری کوئی شق نہیں ہوتی برخلاف اس کے محض خط کے لحاظ سے سمیاطیقی لفظ کو تین چار بلکہ اس سے بھی زیادہ طریقوں سے پڑھ سکتے ہیں۔ مثلاً عربی میں کُتُبَ کے لفظ پر اگر اعراب نہ دیں تو اس کو کَتَبَ۔ یا کُتِبَ۔ یا کُتُبُ پڑھ سکیں گے اور ان تینوں صورتوں میں سے کسی خاص صورت کا قرار دینا سیاق عبارت پر موقوف ہوگا۔ برخلاف اسکے اگر انھیں الفاظ کو سنسکرت یا یونانی یا رومی حروف میں لکھا جائے تو مطلق شک و شبہ کی گنجائش نہیں رہیگی۔ اور ان تینوں میں سے جو لفظ مقصود ہوگا وہ صاف اور صریح طور پر

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اور بلا احتمال غلطی پڑھا جا سکے گا بلکہ اس کا کسی دوسری طرح پڑھنا ناممکن ہوگا۔ اسی وجہ سے بلا صرف و نحو و لغت سے واقف ہوئے عربی کی عبارت کا صحیح پڑھنا محالات سے ہے۔ برخلاف اس کے ایک بچہ بھی صرف حروف شناسی کے بعد سنسکرت یا یونانی یا لاطینی کی عبارت کو بلا تکلف اور بغیر معنی سمجھے ہوئے پڑھ سکتا ہے۔"

"جب کہ سیاطیقی خط کی یہ حالت اُن زبانوں میں ہے۔ جن کے لئے وہ خط ایجاد ہوا اور جن کے ساتھ اُس کو خاص مناسبت ہونی چاہیئے تو وائے برحال اُن السنہ کے جو اردو اور فارسی کی طرح آریوی ہیں جن سے اس خط کو مطلق مناسبت ہی نہیں اور جن پر وہ خط صرف عربوں کے ملکی اور تمدنی حکومت کی وجہ سے مسلط ہو گیا ہے۔ ایسی صورت میں ہر ایک لکھا ہوا لفظ متعدد طرح پڑھا جا سکتا ہے۔ اور جب تک پڑھنے والے کو اُس لفظ کا علم پہلے سے نہ ہو وہ ہرگز اس کے درست تلفظ پر قادر نہیں ہو سکتا۔ یہ کہنا چاہیئے کہ ہر ایک لکھا ہوا لفظ ایک خاص خیال کی تصویر ہے۔ جس کی آواز کو اُس کے اجزائے ترکیبی سے کوئی تعلق نہیں۔ اور ہے تو بہت ہی خفیف۔"

"بخوبی سمجھ میں آ سکتا ہے کہ اس ناجنس خط نے اردو کی پڑھائی کو کس درجہ مشکل کر دیا ہے۔ اور کچھ تعجب کی بات نہیں کہ ہمارے مکتبوں کے بچوں کو محض درست عبارت خوانی کے لئے دو سال درکار ہوتے ہیں۔ اس اشکال کا بہت بڑا اثر ہم مسلمانوں کی تعلیمی ترقی پر پڑا ہے اور پڑ رہا ہے۔"

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

غور سے دیکھا جائے تو طبقات اُمم انسانی میں ہمارے طبقے کی کسی قوم میں ناخواندگی ہرگز اِس درجہ عام نہیں ہے جیسی ہم میں اور خواندہ اشخاص کی تعداد انھیں مسلمانوں میں زیادہ ہے جنھوں نے اپنے کو اس ناجنس خط کی زنجیر سے چھوڑا لیا ہے۔"

شمس العلما جناب سیّد علی بلگرامی
بی۔اے۔بی۔ایل۔بی۔ایس
از تمدن عرب
مطبع مفید عام آگرہ ۱۸۹۸ء
صفحہ ۶۰-۶۲

"اصلاح رسم خط میں اہم بات یہ ہے کہ متحد الصوت حروف بھی خارج کر دیئے جائیں اور لکھنے میں محض تلفظ کی ہی پابندی کی جائے تو بھی اردو حروف تہجی کی فطرت کچھ ایسی واقع ہوئی ہے کہ رومن کیریکٹر کے برابر اُس وقت بھی سہولت پیدا نہ ہوگی کیونکہ ایک عین عبد میں اور شکل کاہے بعد میں اور وضع کا اور نزاع میں اور صورت کا وغیرہ وغیرہ۔ حالانکہ دیوناگری کو اس شتر گربگی کی ہوا بھی نہیں لگی۔

"متحد الصوت حروف کا اخراج بظاہر ایک بڑا معاملہ معلوم ہوتا ہے مگر جبکہ ان اشکال و حروف پر نہ اسلام کا دارومدار ہے نہ مسلمانوں کی قومیت کا انحصار تو یہ چنداں پس و پیش کا معاملہ معلوم نہیں ہوتا۔"

۱۹۲۳ء
جناب سید الطاف حسین کاظم۔ از رسالہ اردو بابت جولائی
صفحہ ۵۹، ۹۹

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

"اردو رسم الخط کی حمایت میں بہت کچھ لکھا جا رہا ہے۔ جلسوں
اور کانفرنسوں میں تقریریں کیجا رہی ہیں اور بڑی بڑی انجمنیں بنائی جا رہی
ہیں۔ لیکن حامیانِ اُردو میں بہت کم لوگ ہیں جو تعصبات
سے بلند ہو کر ٹھنڈے دل سے اصلاح رسم الخط کے مسئلہ
پر غور کرنے اور ہندی خط کے سہل الحصول ہونے کے دعوی
کو قابل پذیرائی قرار دینے کو تیار ہوں اور عملی طور پر اردو زبان
کے رسم الخط کی درستی چاہنے والے لوگ تو غالباً ناپید ہیں۔

"اگر انصاف سے دیکھا جائے تو ہندوستان میں ہندی زبان کو
عوام کی بولی اور دیوناگری رسم الخط کو قومی۔ دفتری اور
بین صوبجاتی خط ہونا چاہیئے۔ یہ اسلئے نہیں کہا جا رہا ہے کہ ہندوؤں
کی تعداد زیادہ ہے بلکہ اسلئے کہ ہندی رسم الخط درحقیقت بہت
سہل اور آسان ہے۔ سینکڑوں بلکہ ہزاروں برس رہنے کے بعد یہاں کے
باشندوں نے انسانی آوازوں کو مختلف حصّوں میں تقسیم کر لیا ہے اور
جڑی جانفشانی سے ہندی ابجد کو سائنٹفک بنا لیا ہے۔ مثال کے طور پر س
ہندی میں ایک آواز بغیر اعراب کے ہے لیکن اُردو میں سین بتائیے کہ
اُس آواز میں جو پیاس۔ آس یا راس میں بولی جاتی ہے یہ ی اور
کیسے آکودے اور اسی طرح ج ज کے جیم میں ی اور میم زائد کیوں ہے
غرض آواز اور حرف میں مطابقت نہیں ہے۔ اس کے علاوہ س ص۔ ت
وغیرہ ہم آواز حروف کے وجود سے ایک غیر ضروری مماثلت
اور اشتباہ پیدا ہوتا ہے جسکی اس عجلت پسند زمانہ
میں نہ کوئی ضرورت ہے اور نہ اس کے قائم رکھنے کی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہندوستان کے باشندوں میں اہلیت ہی ہے۔ عرب میں ممکن ہے کہ ق کو حلق سے اور ص کو ناک سے نکالنے کی عادت بلا کوشش پیدا ہو جاتی ہو لیکن ہندوستان میں نہ کسی کو قاری بننا ہے اور نہ حروف کی صوتی باریکیوں پر اشاعت تعلیم جیسے اعلیٰ مقصد کو قربان کرنا چاہیئے۔

"اس کے علاوہ ہندی والوں نے ز اور غ اور خ جو انکی ابجد میں نہ تھا بطریق احسن داخل کر دیئے ہیں۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اُردو رسم الخط در اصل ایک قسم کی مختصر نویسی ہے اور اس سے قوم کا وقت بچتا ہے اور اس طرح بیشل اکانومی ہوتی ہے۔ اوّل تو اختصار کی ضرورت ہر شخص کو اسقدر شدید نہیں ہوتی اور جنکو ہوتی ہے اُن کے لئے شارٹ ہینڈ پہلے ہی سے ایجاد ہو چکا ہے۔ ہر عام و خاص کو مختصر نویسی پر مجبور کرنا انصاف سے بعید ہے بلکہ اردو سیکھنے کی ہمت اس خیال سے پست ہو جاتی ہے کہ اسمیں مہارت پیدا کرنا مشکل ہوتا ہے۔ ہندوستان کے باشندے ابھی وقت کی قدر نہیں کرتے۔ اور مغرب کے جو لوگ وقت کے قیمتی ہونیکے متعلق وعظ دیتے ہیں وہ اپنی تعریف و توصیف میں مبالغہ کرتے ہیں۔ ہزار ہا کھیل کود۔ گنجفہ۔ تماشے اور دیگر دلچسپ مشغلے موجود ہیں جنمیں انسان اپنا وقت خراب کیا کرتا ہے۔ لیکن بچت نکالنے کی اُسے ہی تدبیر نظر آتی ہے کہ لکھنے پڑھنے میں کتر بیونت کرے اور مختصر عبارت لکھے۔ اسمیں درحقیقت مبالغہ ہی مبالغہ ہے ورنہ جو شخص اُردو اور ہندی دونوں رسم الخط جانتا ہے وہ اُس بات کو خوب سمجھ چکا ہے کہ ہندی اُردو سے صاف اور درخشاں ہے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اور اردو پیچیدہ اور گنجلک۔

"اصول یہ ہونا چاہیئے کہ "جو بولو وہ لکھو" اور جو لکھا ہوا ہے وہ پڑھو"
ایک طرف مشترک الصوت حروف کا ابہام دوسری طرف حروف کے مختلف
حالات میں مختلف الصوت ہونے کا نقص ہے پھر نقطوں اعراب اور
تشدید وغیرہ ہونے کی تکلیف اس کے علاوہ ہے۔ مگر ان سب خرابیوں سے
قطع نظر سب سے بڑی دقت یہ ہے کہ اردو کا رسم الخط بے بس ہے۔
آپ (mood) مُول تک تو علیحدہ لکھ نہیں سکتے۔ رہا سیاق و سباق
سے مطلب نکالنے کا سوال تو یہ بھی ایک کمزوری ہے کہ ایک لفظ جو
کئی حروف کا مجموعہ ہو اپنا مطلب خود واضح کرنے سے
قاصر ہو اور نفس عبارت کا محتاج رہے۔ انصاف سے دیکھا جائے تو یہ
کوئی خوبی نہیں ہے۔ دراصل یہی وجہ ہے کہ اکثر لوگ پڑھنے میں غلطی
کر جاتے ہیں اور معنی کچھ کے کچھ نکال لیتے ہیں۔

"بعض لوگ یہی پیٹ رہے ہیں کہ اس رسم الخط سے ہم ایران۔
افغانستان۔ عرب۔ عراق۔ شام و مصر کے قریب ہیں کیونکہ وہاں بھی
عربی رسم الخط رائج ہے۔ قریب ہونا دوستی کے لئے بھی ہو سکتا ہے
اور جنگ کے لئے بھی۔ سارے یورپ اور امریکہ میں صرف ایک رومن
رسم خط جاری و ساری ہے مگر آپس میں آئے دن لڑائیاں ہوتی رہتی ہیں
جب تک ایک اطالوی جرمنی زبان نہ سیکھے اس کا رسم الخط اس کی کوئی
راہ نمائی نہیں کر سکتا۔

"ہندوستان کے مسلمان جو بین الاقوامیت کے اِسقدر شیدائی ہیں
اس حقیقت کو کیوں فراموش کر جاتے ہیں؟ بین الاقوامیت اور لیگ کا

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ڈھونگ عرصہ ہوا ٹوٹ چکا اور دنیا کی مختلف قوموں میں آپس میں محبت اور میل جول سے زندہ رہنے کی نیک خصلت ابھی پیدا نہیں ہوئی ہے۔ اسلئے آپ براہ مہربانی مصر و ایران پر فدا نہ ہوجئے اور عربی فارسی کے الفاظ اپنی صاف ستھری زبان میں نہ ٹھونسیئے۔

"مولوی وحید الدین صاحب سلیم پانی پتی نے اپنی کتاب وضع اصطلاحات علمیہ میں فرہنگ آصفیہ کا حوالہ دیکر لکھا ہے اردو زبان میں خالص عربی فارسی الفاظ کی تعداد بقدر ۱/۴ کے ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ عرب اور ایران کی زبانوں میں بھی ہمارے ہندوستان کے ۱/۴ الفاظ موجود ہیں یا نہیں اور اگر نہیں ہیں تو ہمیں بھی انکا بائیکاٹ کرنے کا حق ہے۔ جب کمال اتاترک عربی رسم الخط سے نجات حاصل کرنے کے بعد بھی مسلمان باقی رہ سکے ہیں تو ہم ہندوستانی بھی ہندی دیوناگری رسم الخط اختیار کرکے کیوں مسلمان باقی نہ رہیں گے۔ رسم الخط بدلنے سے نہ مذہب بدل جاتا ہے اور نہ تمدن مسخ ہو جاتا ہے۔ اگر ہندو اور مسلمانوں کو آپس میں ایک دل ہونا ہے تو اُن کو ایک ہی زبان اور رسم الخط رکھنا ہوگا۔ یہی وحدت خیال پیدا کرنے اور آپس میں محبت و اخلاص قائم کرنے کا بہترین ذریعہ ہے"

سید ابن حسن شارق بی۔ اے۔ بی۔ ٹی

از "زمانہ" جولائی ۱۹۳۷ء کانپور

صفحہ ۳۰-۳۲

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

عروض

"سب سے بڑا انقلاب جس نے اردو ہندی میں امتیاز پیدا کر دیا۔ وہ یہ تھا کہ عروض میں بھی فارسی ہی کی تقلید کی گئی اور بغیر کسی تغیر و تبدل کے اسے اردو میں لے لیا۔ فارسی نے اسے عربی سے لیا تھا۔ اردو کو فارسی سے ملا۔ اگر اردو (ریختہ) کو ادبی نشو و نما دکن میں حاصل نہ ہوتی تو بہت ممکن تھا کہ بجائے فارسی عروض کے ہندی عروض (پنگل) ہوتا۔ کیونکہ دوآبہ گنگ و جمن میں آس پاس ہر طرف ہندی تھی۔ اور ملک کی عام زبان تھی۔ بہ خلاف اس کے دکن میں سوائے فارسی کے کوئی اس کا آشنا نہ تھا۔ اور یہی وجہ ہوئی کہ فارسی اس پر چھا گئی۔ ورنہ یہ تھوڑا سا امتیاز اردو ہندی میں پایا جاتا ہے وہ بھی نہ رہتا۔ اور غالباً یہ اردو کے حق میں بہت بہتر ہوتا۔"

ڈاکٹر مولوی عبدالحق

از رسالہ اردو بابت جنوری ۱۹۲۲ء

صفحہ ۱۷

"اگر رباعی کے وزن اور اس کی چوبیس بحروں پر ہندی عروض کے ماترک طریقے کے لحاظ سے نظر ڈالی جائے تو رباعی کی ان چوبیس بحروں کا ہم وزن ہونا فطرتاً ثابت ہو جاتا ہے اور زحافات کی کاٹ چھانٹ اور کتر بیونت کی بے اصول قینچی کی ضرورت نہیں

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

پڑتی اور پھر لطف یہ ہے کہ بجائے چوبیس بحروں کے رباعی کی بحروں کی تعداد دس ہزار نو سو چھیالیس تک پہونچ جاتی ہے۔ اس تعداد سے شعرا کو گھبرانا نہیں چاہئے اس لئے کہ وزن رباعی کی ان بحروں کی فہرست تیار کرنی ضروری نہیں۔ ماترک اصول سے صرف شاعر کو یہ دیکھ لینا ہوگا کہ ہر مصرع میں بیس ماترائیں ہیں یا نہیں۔ اگر بیس ماترائیں ہوں تو پھر شاعر کو اس کے جھمیلے میں پڑنے کی حاجت نہیں کہ لگھ اور گرو کی ترتیب کیا ہے۔"

جناب محمد عظمت اللہ خاں صاحب بی۔ اے
از رسالہ اردو بابت ماہ جنوری ۱۹۲۵ء
صفحہ ۹۱

"جو بحریں مروجہ عروض کے مطابق اُردو شعرا کے ہاں پائی جاتی ہیں ان سب کی تقطیع ورنک طریقے سے سہل اور سائنٹفک طور پر ہو جاتی ہے۔ موجودہ عروض کے دائروں کی بھول بھلیاں سے چھٹکارا مل جاتا ہے اور خصوصاً زحافات کی ریوڑی کے پھیر سے مطلق نجات حاصل ہو جاتی ہے۔ اس بات کی ضرورت ہی باقی نہیں رہتی کہ کسی بحر کا کوئی خاص نام رکھا جائے۔ شاعر یا عروضی کو اگر ماترک بحر ہو تو ماتراؤں کا گن لینا اور بشرام کا قائم کر لینا کافی ہے اور اگر ورنک بحر ہو تو چودہ ارکان کی مدد سے اس بحر کی یک جزوانی یا دو یا سہ اجزائی تقطیع کر لینا اور ہر رکن کی لگھ اور گرو کی ترکیب کا جانچ لینا کوئی دشوار امر نہیں۔ کیوں کہ ان چودہ ارکان کا حفظ کرنا بھی ضروری

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

نہیں۔ ضرورت کے موقعے پر اگر کسی رکن کا دھیان نہ رہے تو دم بھر میں ان ارکان کا نکال لینا اُس طریقے سے جس کی تفصیل کے ساتھ ذہن نشین کر دیا گیا ہے ایک معمولی بات ہے"

جناب محمد عظمت اللہ خاں صاحب بی۔ اے

از رسالہ اردو بابت ماہ اپریل ۱۹۲۴ء

صفحہ ۲۴۹

"ابتدائی زمانے میں تو غزل کی بنیاد ہی دوہروں اور کبتوں کے وزن پر رکھی گئی تھی۔ بعد کو اگرچہ فارسی اثر غالب آگیا۔ تاہم بھاکا اور سنسکرت کے آثار ایک مدت تک باقی رہے۔ چنانچہ میر صاحب عارف علی خاں عاجز کے تذکرے میں لکھتے ہیں

"زبانش بزبان او باشان اسد

اکثر ریختہ در بحر کبت می گوید"

سنسکرت اور بھاشا کے الفاظ تو ایک مدت تک بہ کثرت مستعمل رہے"

مولانا عبد السلام ندوی

از شعر الہند حصہ دوئم

مطبع معارف اعظم گڈھ

صفحہ ۴۲۰

"جب تم دیکھ رہے ہو کہ اردو شاعری دیہات اور جنگلوں سے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بیر رکھتی ہے۔ لاکھوں دیہاتی اسے سمجھ بھی نہیں سکتے۔ بچے تو الگ رہے شہروں کی تعلیمیافتہ عورتوں کے لئے بھی اردو شاعری ان کہنی بات ہوئی ہے۔ اس ۳۳ کروڑ کے وسیع رقبہ میں تین سو عورتیں بھی اردو شاعری کے میدان میں نظر نہیں آتیں۔ حالانکہ دیہاتی عورتوں اور دیہاتی بچوں میں شاید ہی کوئی ایسا ہوگا جو گاتا نہ ہو۔ تو کیا کبھی تم نے انکے گیتوں کو سنا ہے اور سُن کر غور کرنے کی تکلیف گوارا کی ہے؟ کہ وہ کس زبان۔ کن اوزان میں ہوتے ہیں؟ کیا تم نے انھیں غالب کی غزلیں گاتے سنا ہے، یا کبھی تم نے ان کے کسی گیت کو "مفاعیلن مفاعیلن ہشت بار" پر تقطیع (کرتے) دیکھا ہے۔ ان کی کوئی نظم بحر "رجز و رمل" اور ان کے بے شمار زحافات پر کبھی پوری اتری ہے؟ اگر اس کا جواب نفی میں ہے تو کیوں؟ کیا اردو کے مروجہ اوزان ہندوستانی شاعری کے اصلی سانچہ بن سکتے ہیں؟ اگر بن سکتے ہیں تو کیوں نہیں اردو شاعری میونسپلٹی کی حدود سے تجاوز کرتی؟ اور اگر مروجہ بحریں ہمارے ملک کی شاعری کے لئے بدیشی ہیں تو کیا اصلیت کی جانب قدم اٹھانے کی کوشش نہ کرنی چاہیئے؟ میرے خیال میں ہر ہندوستانی شاعر اور ہر اس شخص کو جو ہندوستانی ادبیات سے دلچسپی رکھتا ہے اس سوال پر ایک غیر جانبدارانہ غور کرنے کی ضرورت ہے۔"

مولانا تاجور۔ از روح انتخاب
دفتر انجمن تعمیر ادب مزنگ لاہور۔ صفحہ ۱۵۰

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

"اردو شاعری کو ملکی شاعری بنانے کی کوشش کرنا ہر شاعر کو اپنا فرض سمجھنا چاہیئے۔ اگر ملک کے دس سربرآوردہ اردو شاعر بھی اردو نظمیں ہندی وزنوں میں کہنا شروع کر دیں تو ایک سال میں ہندوستانی جذبات کا سیلاب دجلہ کے بجائے گنگا کے رخ بہنے لگے گا۔ اگر اس کے جواز پر شعرائے سلف کا فتویٰ درکار ہے تو اردو کا خدائے سخن میر اور ملک الشعرا سودا دونوں اس کے جواز پر دستخط کر چکے ہیں۔ سودا اور میر کی بعض مثنویاں رامائن کے وزن میں کہی ہوئی ہیں۔ میر کی کئی غزلیں ہندی وزنوں میں موجود ہیں۔ انھیں پڑھ کر یہ تجربہ بھی ہوا کہ ہندی وزنوں میں آکر اردو نظم بہت شیریں اور پر اثر ہو جاتی ہے۔ فارسی عربی وزن میں نظم آرائی کرنا کوئی مذہب کا حکم نہیں کہ اسکی خلاف ورزی مذہبی مجرموں میں شمار کرا دے گی۔ فارسی عرا اوزان ہمارے ملک کے۔ ہمارے حالات کے۔ اور ہمارے شاعرانہ فطرت کے خلاف ہیں۔ پھر کیوں نہ ہم اپنی زبان کی شاعری کو اس طوق و زنجیر سے آزاد کریں۔ کیوں نہ اپنی شاعری کے لئے فطرتی سہولتیں مہیا کریں۔ وہ زمانہ متحدہ ہندوستان کے لئے کس قدر مبارک ہوگا جب ۳۳ کروڑ ہموطن یک دل و یک زبان ہوں گے۔ جب ہماری شاعری ملکی حالات کے زیر اثر ملک کے ہر گوشہ میں جذبات حب الوطنی پھیلا رہی ہوگی۔"

مولانا تاجور۔ از روح انتخاب
دفتر انجمن "تعمیر ادب" مرزنگ لاہور صفحہ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اصطلاحات

"یہ کہنا کہ "ہندوستان کا ایک جاہل دہقان بھی ادائے مطلب کے لئے سیکڑوں فارسی اور عربی الفاظ استعمال کرتا ہے" مبالغہ آمیز ہے۔ سوائے ممالک متحدہ کے فارسی و عربی تو کجا سادی ہندی اردو سے بھی اکثر دہقانوں کے کان ناآشنا پائے جائیں گے۔ عثمانیہ میڈیکل کالج کا (جس کے نصاب کو اردو میں کرنے کا ارادہ ہے) ایک طالب علم (زیادہ تعداد ہندوؤں کی ہے) جس کی زبان شاید مرہٹی ہے "حوینہ متشکلہ" کو زیادہ مشکل و ناآشنا سمجھے گا یا "ایمی با" کو۔ اگر یہ اصطلاحات طبیہ کالج دھلی کے جماعت سال سوئم و چہارم کے لئے مخصوص ہیں تو کسی کو اعتراض نہیں ہو سکتا۔ مگر ہمارا منشا یہ نہ ہونا چاہئے کہ علمی کتابوں کو کسی خاص گروہ کے لئے مخصوص کر دیں بلکہ یہ نصب العین سامنے رہنا چاہئے کہ کسی زمانہ میں تمام علوم و فنون ہماری ہی زبان میں ہندوستان کے ہر صوبہ میں پڑھائے جائیں گے اور ان کے لئے سب سے زیادہ موزوں کیا طریقے ہو سکتے ہیں۔"

مرقومہ ل۔ ح۔ خ (ڈاکٹر)

از رسالہ اردو بابت ماہ اکتوبر ۱۹۲۴ء

تبصرے صفحہ ۱۴۰

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

"میری رائے میں اردو کے لئے جس طرح انگریزی لاطینی یا یونانی مصطلحات کا اختیار کرنا غلط ہے عربی مصطلحات کا اختیار کرنا بھی درست نہیں۔ عربی مصطلحات کے اختیار کرنے سے وہی قباحت جو انگریزوں کو لاطینی مصطلحات کی وجہ سے عارض ہے باقی رہتی ہے اور وہ آسانی جو جرمنوں کو خاص جرمن مصطلحات سے حاصل ہے پیدا نہیں ہوتی۔ لغات علمیہ کی خوبی یہ ہے کہ ہر شخص اُن کو بآسانی سمجھ لے۔ اگر اردو میں ایسی مصطلحات کو رواج دیا جائے جن کا مفہوم پانے کے لئے اوّل عربی زبان کا سیکھنا لازم ہو۔ تو یہ لغات کسی طرح ہماری زبان اور ہمارے ملک کے لئے موزوں نہیں ہو سکتے۔ عربی لغات اختیار کرنے میں یہ مشکل ہے کہ وہ عام فہم نہیں۔ میں دریافت کرتا ہوں کہ کون شخص ایسا ہے جو عربی زبان جانے بغیر ذیل کے الفاظ سمجھ سکتا ہے۔

کثیرۃ الرجل، اخطبوطیہ۔ شوکیتہ الجلد۔ مسمعلج الجلد۔ سلحفیہ مستقیم الاجنحہ۔ اس سے تو کہیں بہتر ہے کہ انگریزی مصطلحات ہی بجنسہٖ اختیار کر لی جائیں کیونکہ گو ایسا کہنا کوئی فخر کا باعث نہیں لیکن ہمارے ملک کے لوگ انگریزی مصطلحات سے کم از کم ان عربی مصطلحات کی نسبت زیادہ واقف ہیں۔ ہندی الفاظ اور مصطلحات اختیار کرنے میں یہ دقت ہے کہ لطافت زبان بالکل جاتی رہتی ہے۔"

ڈاکٹر عبدالرحمٰن بجنوری
از رسالہ اردو بابت جولائی ۱۹۲۳ء
صفحہ ۳۳۷-۳۳۸

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جو حضرات وضع اصطلاحات میں عربیت کے حامی ہیں، وہ تو فارسی زبان سے بھی اصطلاحیں بنانے کے روادار نہیں ہیں، ہندی کا تو ذکر کیا ہے۔

"پھر ایک اور گروہ ہے، جو اصطلاحات میں فارسی کی آمیزش کو تو جائز رکھتا ہے، لیکن ہندی میل سے نفرت کا اظہار کرتا ہے۔ غرضکہ یہ دونوں گروہ علمی اصطلاحات میں ہندی کی مداخلت کو پسند نہیں کرتے۔ اُن کے نزدیک وہ اصطلاحیں جو ہندی الفاظ سے بنائی جائیں اور جن میں ہندی کے مخصوص حروف (ٹ۔ ڈ۔ ڑ) اور مخلوطا الہا حروف (بھ۔ پھ۔ تھ۔ ٹھ۔ دھ۔ ڈھ۔ رھ۔ ڑھ۔ کھ۔ گھ۔ لھ۔ مھ۔ نھ) شامل ہوں۔ محض بازاری اور مبتذل الفاظ ہوں گے۔

"ہمارے نزدیک یہ خیال سخت غلطی پر مبنی ہے۔ ہندی ہماری محبوب زبان اردو کے لئے جس کو ہم رات دن گھروں میں۔ بازاروں میں۔ محفلوں اور مجلسوں میں، مدرسوں اور کارخانوں میں اور ہر مقام میں اور ہر حالت میں بولتے ہیں اور اسی کو ہمیشہ لکھتے اور پڑھتے ہیں۔ بمنزلہ زمین کے ہے۔ اسی زمین پر فارسی اور عربی کے پودے اگائے گئے ہیں۔ اسی تختہ پر غیر زبانوں نے آکر گلکاری کی ہے۔ اگر یہ زمین نکال دی جائے تو پھر اردو زبان کا نام و نشان بھی باقی نہیں رہے گا۔ ہندی کو ہم اپنی زبان کے لئے اُمّ اللسان اور ہیولائے اول کہہ سکتے ہیں۔ اس کے بغیر ہماری زبان کی کوئی ہستی نہیں ہے۔ اس کی مدد کے بغیر ہم ایک جملہ بھی نہیں بول سکتے۔ جو لوگ ہندی سے محبت نہیں رکھتے۔ وہ اردو زبان کے حامی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

نہیں ہیں۔ فارسی عربی یا کسی دوسری زبان کے حامی ہوں تو ہوں کیا وہ ہندی اسماء و افعال جن کو ہم رات دن چلتے پھرتے۔ اٹھتے بیٹھتے۔ کھاتے پیتے اور سوتے جاگتے استعمال کرتے ہیں، مبتذل اور بازاری ہو سکتے ہیں؟ کیا ہمارے علما اور خواص و اشراف ان اسماء و افعال کو بے تکلف اپنی زبانوں پر نہیں لاتے؟ پھر یہ کیا ہے کہ جو الفاظ ادنیٰ و اعلیٰ، عام، خاص، جاہل و عالم سب کی زبانوں پر ہیں، وہ ہر قسم کی گفتگو اور خط و کتابت کے وقت تو مبتذل اور بازاری نہیں ہوتے، مگر علمی اصطلاحات بناتے وقت اُن کو مبتذل اور بازاری کہا جاتا ہے۔ کیا اردو زبان میں سب زبانوں سے زیادہ کثیر التعداد ہندی کے الفاظ نہیں ہیں؟ کیا ہندی کے خاص حروف۔ ٹ۔ ڈ۔ ڑ اور مخلوط الہا حروف ہم بے تکلف ادا نہیں کرتے؟ کیا ہم ایسے الفاظ جن میں یہ حروف ہوں اپنی زبان سے چھیل کر دور کر سکتے ہیں؟ کیا ان حروف کے بولنے سے ہم ہمیشہ کے لئے توبہ کر سکتے ہیں؟ اگر نہیں تو کیا پھر ہر موقع پر ان الفاظ اور ان حروف کو استعمال کرنا اور ہر فصیح سے فصیح تقریر اور تحریر میں اُن کو دخل دینا اور ایک خاص موقع پر یعنی وضع اصطلاحات کے وقت ان الفاظ اور حروف کو ان کے شاندار درجہ سے گرا دینا اور مبتذل اور بازاری کی پھبتی اُن پر چسپاں کرنا سراسر مہمل اور بے معنی نہیں؟

"آخر ہندی الفاظ کو سخیف و مبتذل سمجھنے کی کیا وجہ ہے؟

اس کی وجہ صاف ظاہر ہے جو قوم اپنے درجہ سے گر جاتی ہے اور حریت کا تاج سر سے اتار کر غلامی کا طوق پہن لیتی ہے۔ وہ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اپنی ہر چیز کو پست و ذلیل سمجھنے لگتی ہے۔ اپنا مذہب دوسروں کے مذہب کے مقابلہ میں انھیں ادنیٰ اور کمزور نظر آتا ہے۔ غیروں کے اخلاق اور آداب رسوم اپنے اخلاق اور آداب رسوم دکھائی دیتے ہیں۔ اسی طرح اپنی زبان بھی انھیں غیروں کے زبانوں کی نسبت ناشایستہ اور کم مایہ معلوم ہوتی ہے۔ غیر زبانوں کے الفاظ ان کی نظر میں نہایت شاندار اور ارفع ہو جاتے ہیں اور اپنی زبان کے الفاظ حقیر اور مبتذل معلوم ہوتے ہیں۔ یہ میلان گرتی ہوئی قوم کے تمام معاملات اور حالات پر یکساں طور سے حاوی ہو جاتا ہے۔

"ہم کو اس دھوکے سے بچنا چاہیئے اور ہندی زبان کے الفاظ و حروف سے جو ہماری زبان کی فطرت میں داخل ہیں، ناک بھوں چڑھانی نہیں چاہیئے۔ ہم جس طرح عربی اور فارسی سے اصطلاحات لیتے ہیں اسی طرح ہندی سے بھی بے تکلف وضع اصطلاحات میں کام لینا چاہیئے اور ہندی الفاظ کو جو ہماری زبان کے مانوس و محبوب الفاظ ہیں۔ بازاری اور مبتذل کہکر دنیا کی نظر میں اپنے تئیں غیر مہذب اور متنزل یافتہ ثابت کرنا نہیں چاہیئے۔ اس اصول سے صرف اس صورت میں ہٹنا چاہیئے جبکہ ہندی کے اختیار کردہ مفرد الفاظ سے مرکب اصطلاحات تیار کرنے میں دشواری پیش آئے۔"

مولوی سید وحید الدین سلیم
پروفیسر عثمانیہ کالج حیدرآباد دکن)
از وضع اصطلاحات مطبع انسٹی ٹیوٹ علی گڈھ سنہ ۱۹۲۱ء صفحہ ۱۷۵-۱۷۷

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

تمہید

"ہم اُس ہندی زبان کی شاعری سے بیشتر خوش ہوتے ہیں جن میں ہمارے اپنے خیالات جلوہ گر ہوں لیکن دیکھنا یہ ہے کہ وہ لوگ جن کی زبان ہندی ہے وہ اس سے کہاں تک لطف اٹھاتے ہیں اور اصلی معیار بھی یہی ہے۔ ظاہر ہے کہ ہندی داں اصحاب کے لئے یہ اسی طرح سنگلاخ اور خشک چیز ہے جیسا کہ اُن کے خیالات ہمارے عدم موالنت سے ہمارے لئے پھیکے اور بے مزہ ہیں مجھے ایک قصہ یاد آیا کہ میں نے عرب میں ایک شاعر کو آزاد بلگرامی کے عربی اشعار سنائے۔ اس نے کہا کہ اشعار تو اچھے ہیں لیکن ان میں عجمیت ہے۔ اسکا سبب یہی ہے کہ ہم ان کی معاشرت اور روزمرہ کے خیالات سے مانوس نہیں اور ہم جن خیالات کو نظم کرتے ہیں اُن سے وہ متاثر نہیں۔"

مولانا محمد امین صاحب عباسی چریاکوٹی

از جواہر خسروی

مطبع انسی ٹیوٹ علی گڈھ سنہ ۱۹۱۶ء

صفحہ ۱۴۰

"یہ امر بھی قابل افسوس ہے کہ اگرچہ اردو کی بنیاد ہندی زبان پر قائم ہے اور مسلمانوں نے ہندسہ و ہیئت و نجوم و طب کے متعلق

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

علوم سنسکرت سے بہت کچھ فائدہ اٹھایا۔ مگر فنون لطیفہ اور خاص علم ادب کی طرف توجہ نہیں کی۔ حالانکہ قدیم ہندوؤں نے فن نثر میں جیسی داد ذہانت دی ہے اور ان کی رسائی فکر نے جس بلندی پر اسکو پہونچا دیا ہے۔ اس کی مثال بہت مشکل سے دوسری قوموں میں مل سکتی ہے۔ اسی لاپرواہی کا باعث ہے کہ شاعری بالکل لوکل کلر (مقامی رنگ) سے خالی ہے اور ہم رہتے تو ہندوستان میں ہیں مگر خواب دیکھتے ہیں ایران کے۔ موجودہ زمانہ میں انگریزی نظموں کے توجہ کی گئی ہیں۔ گو کہ ان میں اجنبیت خیالات کی وجہ سے زیادہ کامیابی نہیں ہوئی مگر ابھی تک سنسکرت کے خزانے یونہی پڑے ہوئے ہیں۔ اور زبان حال سے اپنی طرف متوجہ کر رہے ہیں۔ اور پکار رہے ہیں کہ تم کو دور جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ جس کی کمبریت اخیر کی تم کو تلاش ہے وہ خود تمہارے گھر میں موجود ہے۔ مگر کوائی ادھر بھول کر بھی نہیں دیکھتا۔"

مولوی محمد عزیز مرزا صاحب
بی۔ اے۔ ایم۔ آر۔ اے۔ ایس
مضامین عزیز
مطبوعہ زمانہ پریس کانپور
صفحہ ۱۷۷

"حقیقت تو یہ ہے کہ ابھی تک ہم نے ہندی شاعری سے اردو دنیا کو

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بخوبی واقف نہیں کیا۔ ایران، توران اور انگلستان تک ہماری دوڑ دھوپ رہی ہے۔ لیکن اپنے وطن کی جیسی کہ چاہئے ہم نے خبر نہیں لی۔ ہماری نظر سیفی و ناصر کے عروض پر رہی۔ ان کی تقلید کا شوق رہا۔ لیکن ہندی "پنگل" (فن عروض) "انتراس" (فن قافیہ) اور "کابیہ" (فن شعر) سے شناسائی حاصل کرنے کی ہم نے کوئی کوشش نہیں کی۔ ہمیں فارسی، عربی کے ساتھ ہی ہندی ذخیروں سے بھی کام لینا چاہئے۔

\- - - - - - - - -

\- - - - - - - - -

"اس کے شگفتہ استعارے اور تشبیہات عام اور مقامی ہوتے ہیں۔ یہ نہیں ہوتا کہ ذکر تو ہندوستان کا ہے اور استعارے ایران عرب اور ولایت سے لائے جائیں۔ بھاشا کا شاعر معمولی سی معمولی بات کو اس ڈھنگ سے بیان کرتا ہے کہ اس میں ایک خاص جدت پیدا ہو جاتی ہے۔ بھاشا کے تھوڑے سے الفاظ بہت سے معانی کا اظہار کرتے ہیں۔ مختصر یہ کہ بھاشا کی شاعری حسن و عشق، فلسفہ، خودداری، مناظر قدرت کی مصوری، بروگ، موسیقی اور درد و غم کی ایک دلگداز تصویر ہے۔"

ڈاکٹر آعظم کریوی

از ہندی شاعری۔ ہندوستانی اکیڈمی الہ آباد ۱۹۳۱ء

صفحہ ۱۵ و ۱۴-۱۳

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

"ہندی شاعری کی یہ خصوصیت اردو کے لئے قابل رشک ہے کہ اس میں اظہار جذبات اکثر سادہ انداز میں کیا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کی دلنشینی میں شبہ نہیں رہتا۔ دکنی اردو شعرا نے اس رنگ کو بھی اڑایا ہے۔ ہندی شعرا مشکل اور ناآشنا الفاظ استعمال کرنے سے پرہیز کرتے ہیں۔ دکنی شعرا نے اپنی شاعری میں اس کو بھی پیش نظر رکھا ہے بلکہ کہا جاسکتا ہے کہ دکنی اردو شاعری میں جہاں تک اس کا اہتمام ہے شاعری دلچسپ اور اثر انداز ہوگئی ہے۔"

مولوی محمد مبین چریاکوٹی
از جواہر سخن پہلی جلد
ہندوستانی اکیڈیمی الہ آباد ۱۹۳۳ء
صفحہ ۱۰

"بھاشا کی شاعری میں سب سے بڑی خصوصیت جو اس کو اردو اور فارسی سے ممتاز بنا دیتی ہے یہ ہے کہ اقتضائے فطرت انسانی کے مطابق اس میں تخاطب مرد کا عورت سے، اور عورت کا مرد سے ہوتا ہے (اردو فارسی کی طرح نہیں کہ مرد پرستی کا بازار گرم ہے) یہی سبب ہے کہ شاعر کے دل میں جذبات محبت بالکل سچے اور صحیح پیدا ہوتے ہیں۔ کیونکہ پاکیزہ جذبات کا پیدا ہونا جب ہی ممکن ہے جب کہ ان کے پیدا کرنے میں اقتضائے فطرت سے جنگ نہ کی جائے۔

- - - - - - - - - - - - - -

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

"علاوہ اس کے ایک بات آپ اور بھی ملاحظہ کریں گے کہ اس زبان کی تشبیہات میں اِک خاص قسم کی نُدرت ہے۔ اور اس ندرت کے ساتھ اس بات کی کوشش کی جاتی ہے کہ مشبّہ ایسا تلاش کیا جائے جس میں ایک سے زیادہ وجہ شبہ موجود ہو۔ اور چونکہ تشبیہیں بالکل ان چیزوں سے متعلق ہوتی ہیں جو ہمارے روزمرہ مشاہدہ میں آتی ہیں اس لئے ان کا اثر عجیب و غریب ہوتا ہے۔ پھر دقّتِ مضامین، تلاشِ معانی، ندرتِ ترکیب، علوے خیال، کی بھی بعض بعض مثالیں نہایت لطیف و پاکیزہ موجود ہیں۔ غرضیکہ اس زبان کی شاعری اکثر اعتبارات سے بہت مکمل و دلچسپ ہے۔

"اس میں کلام نہیں کہ بھاشا کی شاعری جذبات و اثرات سے مالامال ہے۔ اور جس قدر ترنّم اور موسیقی اس زبان میں ہے کسی دوسری زبان کو میسّر نہیں۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جیسا عاشق اس زبان کی شاعری کو ملا وہ کسی اور زبان کو نصیب نہیں ہوا۔"

حضرت نیاز فتحپوری

از جذبات بھاشا

جے بینڈ الکٹر پریس دہلی

صفحہ ۳ و ۸ و ۲۳

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

"ہندی زبان کی سب سے بڑی خصوصیت اِس کی شیرینی و لطافت ہے۔ اِس بھاشا کے ممتاز شعراء (کے اعلیٰ کلام) کی خصوصیت یہ ہے کہ جو کچھ وہ کہتے ہیں اُسے نہ صرف عقل تسلیم کرتی ہے بلکہ قلب بھی قبول کرتا ہے کیونکہ ہندی شعراء زیادہ تر الفاظ میں موسیقی کا بھی لحاظ کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جو سلسلۂ نغمگی اُن کے کلام میں پایا جاتا ہے وہ دوسری زبان کے شعراء کے کلام میں نہیں پایا جاتا۔ فلسفیانہ مسائل و حقایق کو سیدھے سادھے طریق پر یا اصطلاحی زبان میں بیان کرنا اور بات ہے اور انھیں واقعات کو دلنشین پیرایہ میں ادا کرنا جداگانہ شئے ہے۔ اس میں شعراء کو زیادہ تر اس وجہ سے کامیابی ہوتی ہے کہ ہندی خود "سراسر ترنم اور سراپا لوچ ہے"۔ تغزل میں تو ہندی شعراء نے اپنے دلنشین پیرایہ بیان سے وہ کمال حاصل کیا ہے کہ اس سے بڑھکر ناممکن نہیں تو غیر اغلب ضرور معلوم ہوتا ہے، جو خصوصیت اردو میں میرؔ کو اور جرمن میں ہائنے (Heine) کو حاصل ہے وہ ہندی کے تقریباً ہر باکمال شاعر میں موجود ہے۔

.....

"شیکسپیئر نے صحیح کہا ہے کہ ہر زبان سیکھنے سے انسان میں ایک نئی روح پیدا ہوتی ہے۔ اسی طرح ہندی شاعری بھی ہمارے نیم مردہ جسم میں نئی جان ڈال دیتی ہے۔

"خصوصاً اِس لحاظ سے کہ ہندی، اردو داں لوگوں کے لئے آسان ہے۔ ہمیں اِس زبان کی طرف اور زیادہ متوجہ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہونا چاہئے۔ اور مدارس میں اردو ہندی کو ایک ہی مرتبہ دینا چاہئے۔
فارغ التحصیل حضرات بھی ہندی بہت آسانی سے سیکھ
سکتے ہیں اور جہاں ہم برسوں کی محنت سے بہ مشکل انگریزی سیکھتے ہیں
اور انگریزی ادب سے محظوظ ہوتے ہیں۔ وہاں ہم اسقدر اور کرسکتے ہیں کہ
چند ماہ کی محنت سے ہندی سیکھ لیں اور اسکے بیشمار ادبی کتابوں
اور دیوانوں سے مستفید اور محظوظ ہوں۔ قومیت کے اعتبار سے،
تجارتی سہولت کی غرض سے اور مستقبل کی ضروریات کے
لحاظ سے ہمیں سخت ضرورت ایک ایسی زبان کی ہے جو
ہندوستان کی قومی زبان بن سکے۔ اگر ہندی داں اردو اور
اردو داں ہندی پڑھنا شروع کردیں تو بہت جلد ہندی اردو کی بول چال
ایک ہوجائیگی اور ہندی اردو میں زبان کے اعتبار سے کوئی قابل نزاع
فرق نہ ہوگا اور ہندو مسلمان متفق ہوکر اس کو تمام ہندوستان کی قومی
زبان بناکر ادبی یکجہتی کے ساتھ ساتھ انسانی یکجہتی کی بنیاد قائم کریں گے۔

.....

"بہرطور ہندی ادب اور شاعری اس قابل ہیں کہ ہم
اسکی طرف جلد از جلد متوجہ ہوں، اسکی اشاعت و تبلیغ
کے لئے کوشاں رہیں اور اسکے ادب کو بالخصوص اردو داں
حضرات میں تشہیر و مقبول عام (Popularise) بنانے کیلئے
باضابطہ جد و جہد کریں۔ خصوصاً اسلئے کہ ہندی بھاشا کو کسی مذہب
و ملت سے کوئی تعلق نہیں۔"

(ڈاکٹر جعفر حسن پی۔ ایچ۔ ڈی (ہای ڈیلبرگ) سند یافتہ مدرس جرمن (جامعہ برلن) پروفیسر کلکہ جا
از منتخبات ہندی کلام۔ دی حیدرآباد بکڈپو چادرگھاٹ حیدرآباد دکن ۱۹۳۳ء صفحہ ۱۸-۱۹-۲۲

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

"اردو پر قدرت حاصل کرنے کے لئے صرف دلی یا لکھنؤ کی زبان کا تتبع ہی کافی نہیں ہے بلکہ یہ بھی ضرورت ہے کہ عربی اور فارسی میں کم از کم متوسط درجہ کی لیاقت اور نیز ہندی بھاشا میں فی الجملہ دستگاہ بہم پہونچائی جائے۔ اردو زبان کی بنیاد جیسا کہ معلوم ہے ہندی بھاشا پر رکھی گئی ہے اس کے تمام افعال اور تمام حروف اور غالب حصہ اسما کا ہندی سے ماخوذ ہے اور اردو شاعری کی بنا فارسی شاعری پر جو عربی شاعری سے مستفاد ہے قائم ہوئی ہے۔ نیز اردو زبان میں بہت بڑا حصہ اسما کا عربی اور فارسی سے ماخوذ ہے۔ پس اردو زبان کا شاعر جو ہندی بھاشا کو مطلق نہیں جانتا اور محض عربی و فارسی کے تان گاڑی چلاتا ہے۔ وہ گویا اپنی گاڑی بغیر پہیوں کے منزل مقصود تک پہنچانی چاہتا ہے۔ اور جو عربی و فارسی سے نابلد ہے اور صرف ہندی بھاشا یا محض مادری زبان کے بھروسے پر اس بوجھ کا متحمل ہوتا ہے وہ ایک ایسی گاڑی ٹھیلتا ہے جس میں بیل نہیں جوتے گئے۔"

شمس العلما خواجہ الطاف حسین حالی
از مقدمہ شعر و شاعری
مطبع انوار احمدی واقع الہ آباد
صفحہ ۱۰۴

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

"ہندوستان کے ان صوبوں میں جہاں ہندوؤں میں اردو بہت کم رائج ہے جیسے مدراس اور بنگال۔ اگر وہاں ہندی کا رواج دوسری زبان کی حیثیت سے ہو جائے تو میرے خیال میں یہ بھی ہندوستان کے لئے نہایت مفید ہے۔ اول یہ کہ کم از کم کوئی ایک زبان تو ہندوستان کے منہ میں ہوگی۔ دوسرے یہ کہ ہندی اردو کا ایک درمیانی زینہ ہے، مجھے ایک مرتبہ مدراس جانے کا اتفاق ہوا۔ ریل میں ایک مدراسی ہندو بزرگ کے سوا کوئی رفیق نہ تھا۔ وہ ناگری پرچارنی سبھا کی مدراسی شاخ کے ذریعہ ہندی سیکھ رہے تھے۔ اتنے سہارے پر یہ ممکن ہو سکا کہ ہم انگریزی کی مدد لئے بغیر ایک دوسرے کی کچھ سمجھ سکیں۔"

مولانا سید سلیمان ندوی
از مقالات اردو
مطبع مسلم یونیورسٹی علی گڑھ
سنہ ۱۹۳۷ء صفحہ ۳۴

"اردو اور ہندی دونوں زبانوں کو اس حد تک ترقی دینا چاہیئے کہ وہ علمی زبانیں بن جائیں، اور ان میں ہر قسم کے خیالات اور مضامین ادا کئے جا سکیں، اور یہ اسی وقت ہو سکتا

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جب دونوں کو علیحدہ علیحدہ آزادی کے ساتھ ترقی کا
موقع دیا جائے، اور ایک دوسرے کی راہ میں حائل نہ ہو۔

مولانا شبلی نعمانی
از مقالات شبلی جلد دوم
مطبع معارف اعظم گڈھ
سنہ ۱۹۳۱ء صفحہ ۷۵

"ہمیں اردو زبان کو غیر ملکی ثقیل الفاظ سے پاک کرکے
ہندوستانی بنانا چاہیئے اور شاعری کو ملکی حالات کے برابر
کرکے ہندوستانی شاعری کے قالب میں ڈھالنا چاہیئے۔
ہماری شاعری ہندوستانی شاعری اسی وقت ہوسکتی ہے کہ اسکی
زبان ہندی آمیز ہو۔ وہ ہندی وزنوں میں ہو۔ وہ
ایسی ہو کہ اس میں ہر ہندوستانی اپنے جذبات آسانی سے موزوں
کرسکے۔ جاہل سے جاہل اور گوار سے گوار اگر وہ شاعرانہ طبیعت رکھتا
ہے اس میں گن گنا سکے۔"

مولانا تاجور
از روح انتخاب
صفحہ ۱۵

جب تک ہماری زبان کا ادب ہندی شاعری اور عربی شاعری

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کی طرح ہماری ملکی خصوصیات کا ترجمان نہ ہوگا اس کو ملکی ادب کہلانے کا کوئی حق نہیں ہے۔ ہم نے اپنے قومی اور مذہبی خیالات و روایات کو اپنے ادب میں بھر دیا ہے۔ اس کا کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ لیکن افسوس اس بات کا ہے کہ ہم صدیوں سے جس ملک میں آباد ہیں اسکی خصوصیت کی جھلک ہماری نظموں اور نثروں میں نہیں ہے۔ ہندوستان میں کونسی ایسی دلربا اور شاندار چیز نہیں ہے جو ہندوستان سے باہر کے ملکوں ہی میں پائی جاتی ہے۔ یہاں بلند اور شاندار پہاڑ ہیں جن کی چوٹیاں برف سے ڈھکی رہتی ہے۔ یہاں گنجان جنگل ہیں جن میں عجیب اور خوفناک درندے آباد ہیں۔ یہاں ایسے دلکش سبزہ زار ہیں جن کے منظروں کو دیکھکر انسان اش اش کرتا ہے۔ یہاں ایسے رنگ برنگ کے پھول ہیں جن کی رنگینیاں قوس و قزح کو مات کرتی ہیں۔ یہاں ایسے خوش الحان طیور ہیں جن کی راگنیاں روحانی جذبات کو زندہ کرتی ہیں۔ یہاں ایسے دریا ہیں جن کے پانیوں کی روانی اور دوانی تخیل کی سطح میں ہلکورے پیدا کرتی ہے۔ یہاں ایسی نسلیں آباد ہیں جن کے اسلاف تمدن کی شاندار عمارتیں کھڑی کر چکے ہیں۔ یہاں قدم قدم پر حسن ہے، عظمت ہے، رنگینی ہے، دلفریبی ہے، غرضکہ شاعر مزاج انسانوں کے لئے وہ سامان موجود ہے کہ اگر وہ ذرا کروٹ لیں اور غفلت کی آنکھیں کھول دیں، تو ایک شاندار اور جمیل ادب کی بنیاد رکھ سکتے ہیں۔ ہندوں نے اب سے پہلے فطرت کے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ان منظروں پر نگاہ دوڑائی ہے۔ اگر ہم بھی اسی عینک سے کام لیں تو ہمارا ادب اور ان کا ادب ایک ہو جائے اور آج نہیں کل ضرور ہم ایک علم کے سائے میں ترقی کے قدم بڑھائیں گے۔ مگر اس وقت کے آنے سے پہلے اپنی غلطیوں اور غفلتوں کی تلافی کرنی ضروری ہے۔

جناب مولانا وحید الدین سلیم
پروفیسر عثمانیہ یونیورسٹی

از رسالہ اردو بابت ماہ جولائی ۱۹۲۵ء
صفحہ ۴۰۳-۵۹۳

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

मोह है वह ईरान तूरान के फूलपत्तों से नहीं। यदि इस विचार और साहस के लोग खुलकर आगे बढ़ें तो किसी हिंदुस्तानी के प्रचार के बिना ही एक ऐसी देशभाषा का रूप दिखाई देगा जो कितने दिनों से किसी प्रकार के आग्रह के बिना अपने आप ही इस टूटे फूटे राष्ट्र की राष्ट्रभाषा बनी आ रही है और फलतः आज भी कम से कम एक करोड़ मुसलमानों की भी जन्म-भाषा है। यह वही हिंदी भाषा है जिसे 'ईरानी' लोग कल की बनावटी भाषा कहते नहीं हिचकते हैं। याद रहे, यह वह हिंदी है जिसे नागरी भाषा कहते हैं, उर्दू या इसी ढंग की कोई और चीज नहीं।

भाषा के विषय की उक्त गुत्थियों को सुलझाने में सहायता पहुँचाने के लिए सभा ने हिंदी में कुछ प्रामाणिक पुस्तकें प्रकाशित कर दी हैं और उनसे हिंदी जनता का लाभ भी हो रहा है, पर उर्दू के लोग अभी उसी भुलावे की दुनिया में भटक रहे हैं। इधर कुछ उर्दू के लोगों का आग्रह हुआ कि उर्दू के संबंध की बातों का पता उर्दूवालों को भी होना चाहिए; उर्दू के लोगों को गुमराह होने से बचाना चाहिए। संयोग से सभा को शाह साहब की कृपा से यह संग्रह मिल गया, जिसमें देश के फाजिल मुसलमानों की सम्मतियाँ इकट्ठी की गई हैं। इस संग्रह को पढ़ लेने के बाद फिर किसी से यह कहने की आवश्यकता न रह जायगी कि उर्दू क्या है और वह किस तरह प्रकट हुई। जो लोग हिंदुस्तानी के पुजारी हैं उनको तो अवश्य ही इसे बाँच लेना चाहिए और फिर तनिक ठंढे दिल से सोचना चाहिए कि उनके मुँह से हिंदी के बारे में जो कुछ उधर से निकल रहा है क्या वह ठीक है; यदि नहीं, तो उनका कर्तव्य क्या है। रही हिंदी के प्रेमियों की बात, सो उनसे निवेदन है कि इस संग्रह के सच्चे मुसलमानों ने प्रत्यक्ष कर दिखाया है कि उर्दू के धनी ईरानी तूरानी लोग हैं, कुछ हिंदुस्तान के सच्चे हिंदू-मुसलमान नहीं। साथ ही उन्होंने यह भी साफ साफ कह दिया है कि हिंदी लिपि और हिंदी पिंगल ही को महत्त्व देना चाहिए और उर्दू को हर तरह से हिंदी बनाना चाहिए। उर्दू की पैरवी करना कोई मजहब का काम नहीं है कि इसके लिए जिहाद किया जाय।

आशा है, यह संग्रह उक्त उद्देश्य को पूरा करने में सहायक होगा और इससे उर्दू का सच्चा इतिहास बहुत कुछ सामने आ जायगा।

आषाढ सौर, ४,
संवत् १९९७

रामबहोरी शुक्ल
प्रधान मंत्री, काशी नागरीप्रचारिणी सभा

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

गुरुकुल कांगड़ी

परिचय

देश में हिंदी-उर्दू का विरोध जड़ पकड़ता जान पड़ता है। उसको हिंदुस्तानी के पानी से सींच सींच कर पनपाते रहना ठीक नहीं। जब हिंदुस्तानी लिपि के मसले को हल नहीं कर सकती, तब वह किसी तरह की एकता का सपना क्यों देखती है? बात यह है कि 'हिंदुस्तानी' राजनीति की जाई है और राजनीति के बिना उसका कल्याण भी नहीं हो सकता। इसलिए वह सरकार के सहारे आगे बढ़ना चाहती है। मूढ़ों की बात हम नहीं कहते, पर पढ़े लिखे लोग इतना मानते ही हैं कि सरल हिंदी का नाम हिंदुस्तानी है। अथवा इसे यों भी कह सकते हैं कि हिंदुस्तानी बोल-चाल की हिंदी है। जो लोग उर्दू को भ्रमवश मेलजोल की भाषा समझते हैं वे सरल और सीधी उर्दू को हिंदुस्तानी कहते हैं। इस तरह बोलचाल में तो हिंदी-उर्दू का झगड़ा उठता ही नहीं। हमारे देश के मौलवी और पंडित भी आपस में कामकाजी बातचीत कर ही लेते हैं। दूसरे प्रांत के लोग भी इसी बोलचाल से किसी तरह अपना काम चला लेते हैं। निदान बोलचाल या बात व्यवहार का कोई झगड़ा नहीं। बखेड़ा तो सारा लिपि और साहित्य का है।

हिंदी की डगर बहुत पुरानी है। बटोहियों के साथ वह भी बदलती रही है पर कभी अपनी पटरी से नहीं हटी। उर्दू की बात निराली है। वह हिंदुस्तान से हट कर ईरान में जा मिली। जब तक फारसी फल-फूल रही थी तब तक किसी ईरानी तूरानी को किसी उर्दू की चिंता न हुई। जब मुगलों का सितारा डूब गया और देशी और फिरंगी चमके तब हिंदुस्तान के परदेशी लोगों को अपनी जबान की बड़ी चिंता हुई। जो तलवार को धार मुड़ी और कुछ करने धरने की शक्ति नहीं रही तो मनबहलाव और विनोद की सूझी। हिंदी से जी उचाट हुआ तो ईरान में जाकर बसेरा लिया। जबान हिंदी पर दिल दिमाग फारसी हो गया। इसी फारसी हिंदी का नाम उर्दू पड़ गया।

आज की बात जाने दीजिए। अभी कल तक उर्दू को इसी परदेशी-पन का गर्व था। हिंदी के बारे में जितना भ्रम फैलाया गया है उतना क्या किसी भाषा के बारे में कभी फैलाया गया होगा? उर्दू आज भी अपनी चाल से बाज नहीं आ रही है। लेकिन होनहार अच्छा जान पड़ता है। देश के बहुत से सच्चे और जानकार मुसलमान मौलाना भी उर्दू को अब फारस की ओर से फेरकर हिंदुस्तान की ओर लाना चाहते हैं और कितने ऐसे भी सपूत मैदान में आ रहे हैं जिनका मजहब तो इसलाम है पर जिनका जन्म-देश हिंदुस्तान ही है। हिंदुस्तान के पेड़-पौधों और मिट्टी से उन्हें जो

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

राष्ट्र की भाषा संबंधी हमारी पुस्तकें

१—भाषा का प्रश्न	।।।)
२—कचहरी की भाषा और लिपि	॥।)
३—बिहार में हिंदुस्तानी	।)
४—उर्दू का रहस्य	।।।)
५—मुगल बादशाहों की हिंदी	
६—हिंदी बनाम उर्दू	बिना मूल्य
७—हिंदुस्तानी का उद्गम	—)
८—उर्दू का उद्गम	=)

अन्य नवीन प्रकाशन

९—सोवियत् भूमि—ले० महापंडित राहुल सांकृत्यायन। वर्तमान रूस के संबंध में यह एक विश्वास है। अ० भा० हिंदी साहित्य सम्मेलन ने इस वर्ष इस पर मुरारका पारितोषिक प्रदान किया है। मू० ५)

१०—बुद्ध चरित—ले० पं० रामचंद्र शुक्ल। सुंदर व्रजभाषा के काव्य में महात्मा बुद्ध का उज्ज्वल चरित्र। महत्वपूर्ण भूमिका में व्रज, खड़ी तथा अवधी भाषाओं का विवेचन। मू० २॥)

११—भारतीय मूर्तिकला—ले० प्रसिद्ध कलाविद् राय कृष्णदास। भारतीय मूर्तिकला पर भारतीय भाषाओं में सर्वप्रथम और सर्वमान्य रचना। प्रथम संस्करण समाप्तप्राय है। मू० साधारण संस्करण १) विशिष्ट संस्करण १।)

१२—भारतीय चित्रकला—ले० श्री राय कृष्णदास। भारत की महान् चित्रकला का मार्मिक विवेचन। मू० साधारण संस्करण १) विशिष्ट सं० १।)

१३—बाल मनोविज्ञान—ले० प्रो० लालजीराम शुक्ल। हिंदी में अपने विषय की सर्वप्रथम एवं सर्वोत्कृष्ट रचना। मू० १।)

१४—मध्य प्रदेश का इतिहास—ले० लोकप्रसिद्ध पुरातत्वविद् स्वर्गीय राय बहादुर डा० हीरालाल। मध्य प्रदेश का शोधपूर्ण एवं सबसे प्रामाणिक इतिहास। सचित्र मू० १॥)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

मुल्क की जबान

और

फाजिल मुसल्मान

(राष्ट्र की भाषा के संबंध में विद्वान मुसलमानों की सम्मतियों का संग्रह)

"और (आक्षेप करते हैं कि कुर्आन अरबी भाषा में क्यों उतारा गया, तो ऐ रसूल! तुम इनसे कह दो कि) हमने (जब) किसी रसूल को भेजा, तो (उसको) उसी की जाति (और उसी के देश) की भाषा में (अपनी किताब प्रदान की। और वही भाषा उसको सिखलाई) जिससे कि वह उनको (अर्थात् अपनी जाति के लोगों को) साफ (साफ अल्लाह के आदेशों को) बता सके।"

(कुरान मजीद, सूरत इब्राहीम, आयत ४)

संग्रहकर्ता

शाह साहब नासिरुद्दीनपुरी

प्रकाशक

नागरीप्रचारिणी सभा, काशी

प्रथम संस्करण] संवत् १९९७ [मूल्य ।=)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar